الحکم قادیان
نمبر ۷ جلد ۱۶
۲۱ فروری ۱۹۱۳ء

اسلامی تعلیم کی فلاسفی

نمبر (۴)

گذشتہ نمبر میں ایک حد تک ہم نے مسافر کے اعتراضات یا توہمات کو دور کیا ہے۔ اگرچہ ہڈی اور گوبر وغیرہ سے استنجا نہ کرنے کی ایک وجہ پچھلے نمبر میں بتادی گئی ہے۔ آج اسی سلسلہ میں اس کی مزید توضیح کرتے ہوئے اس امر پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ کہ جو احادیث میں آیا ہے۔ کہ گوبر اور ہڈیاں جنوں کا کھانا ہے اس سے کیا مراد ہے۔

پس یاد رہے کہ

(۱) استنجا کے لئے تین ڈھیلے اس لئے مقرر فرمائے۔ کہ صفائی کے لئے ایک حد کا مقرر کرنا ضروری تھا۔ ورنہ وہمی آدمی سارا سارا دن استنجا ہی کرنے میں گذار دیتے۔ باوجود اسقدر تاکید شدید کے ہم بعض وہمیوں کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ ایک ہی استنجا کے لئے ڈھیلوں کا ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ اور پانی کے کئی مٹکے خالی کر دیتے ہیں۔ اور تین سے کم ڈھیلوں میں بخوبی صفائی و پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی۔ اور تین میں صفائی ہوجاتی ہے۔ اور تین سے زیادہ میں تضیع وقت اور وہم کا بڑھانا اور وہم میں داخل ہے۔ گوبر و ہڈیوں سے استنجا اس لئے منع ہوا۔ کہ ان میں اکثر موذی جانور سانپ بچھو وغیرہ اور کئی قسم کے کاٹنے والے کیڑے بیٹھے رہتے ہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنظر شفقت و رحمت اپنی اُمت کو ان سے استنجا کرنا منع فرمایا۔ تاکہ استنجا کرنے والے کو کوئی موذی جانور نہ کاٹے اور ایذا نہ پہنچائے۔ وجہ یہ ہے کہ اکثر ہوام و جانوران موذیہ سانپ۔ بچھو۔ ہزار پا وغیرہ کی پیدائش گوبر و ہڈیوں میں سے ہوتی ہے۔ اور انہی سے ان کی خوراک و پرورش ہوتی ہے۔ اور ان کے سوراخ و ارجگہوں میں ایسے جانور گھسے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ جہاں کسی چیز کی پیدائش و خوراک کا سامان ہو وہاں اُس کا اکثر قیام رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے استنجا کرنا منع ہوا۔ تاکہ ان کے اندر سے نکل کر کوئی زہریلا جانور استنجا کرنے والے کو ایذا نہ پہنچائے۔ بعض احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جانوروں کو جنات میں مذکور فرمایا ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک محسن و مربی نے احادیث میں سے لے کر بطور اختصار الفاظ میں ایسے جانوروں کا ذکر کیا ہے۔ اَلْجِنَّۃُ اَقْسَامٌ۔ اَلْحَیَّاتُ۔ وَالذُّبَابُ۔ وَالنَّمْلَۃُ الْحُمْرٰی وَھَوَامُّ الْوَبَاءِ وَغَیْرُھَا یعنی جنات کے کئی قسم ہوتے ہیں۔ سانپ۔ مکھیاں۔ سرخ چیونٹیاں اور وبائی کیڑے بھی جنات میں سے ہیں۔

واضح رہے کہ اس میں اس مخلوق الٰہی یعنی جنوں کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ جو اس عالم میں ایک غیر مرئی ناری مخلوق موجود ہے۔ اور اُن کے علامات و آثار محسوس و معلوم ہو رہے ہیں وہ بھی جن ہیں۔ ایک حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات سے حکایۃً فرمایا ہے۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْہَ اُمَّتَکَ عَنِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْعَظْمِ وَالرَّوْثِ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ لَنَا فِیْھَا رِزْقًا یعنی جنات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اپنی امت کے لوگوں کو ہڈیوں و گوبر سے استنجا کرنا منع فرما دیں۔ کیونکہ خدا نے ان میں ہماری روزی رکھی ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَاِنَّھَا زَادُ اِخْوَانِکُمْ مِنَ الْجِنِّ۔ ترجمہ یعنی گوبر اور ہڈیوں سے استنجا نہ کیا کرو۔ کیونکہ یہ چیزیں تمہارے بھائیوں جنات کی خوراک ہیں۔

واضح ہو کہ ہر ایک چیز کی خوراک خدا تعالیٰ نے اُس چیز میں رکھی ہے۔ جس چیز سے اُس کو پیدا کیا ہے۔ آدمی کو پانی مٹی کے خمیر سے پیدا کیا۔ لہٰذا آدمی کی خوراک بھی مٹی و پانی سے پیدا ہوتی۔ بنظر غور دیکھو۔ جنات یعنے حشرات موذیہ کو ہڈیوں و گوبر سے جو دراصل مٹی و پانی کا خمیر ہوتا ہے۔ پیدا کیا۔ لہٰذا ان کی خوراک بھی اُن میں رکھی۔ اخوان یعنی آدمیوں کے بھائی جنات کو اس واسطے فرمایا۔ کہ جیسا کہ آدمی کی پیدائش مٹی و پانی سے ہوتی ہے۔ ایسا ہی ان حشرات کی پیدائش بھی مٹی و پانی کے خمیر سے ہی ہوتی ہے۔ آدمی کی پیدائش مٹی سے یوں ہوتی ہے۔ کہ غلے و میوہ جات مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔ آدمی اُن کو کھاتا ہے۔ اُن سے منی پیدا ہوتی ہے۔ اور منی سے آدمی بنتا ہے۔ اور پھر مدام آدمی اُن غلہ جات و میوہ جات وغیرہ اشیاء کو کھاتا رہتا ہے جن کی پیدائش مٹی سے ہوتی ہے۔ اور اس طرح اس کا جسم بڑھتا رہتا ہے۔ اور اسی طرح آدمی کی خلق ہوتی ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ جنات یعنے حشرات وغیرہ حیوانات اور آدمیوں کی پیدائش مٹی ہی سے ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اُن کی ماں و اصل ٹھہری۔ اور پانی جو آسمان سے اُتر کر مٹی پر پڑتا ہے۔ وہ مرد کی منی عاقدہ کے منزلہ ہوتا ہے۔ جس سے خمیر ہوتا ہے۔ پس چونکہ آدمی و جنات کی اصل و ماں مٹی ہے۔ لہٰذا وہ دونوں جنس آپس میں بھائی ٹھہرے یہی مٹی ہے۔ جو مختلف رنگوں میں ظاہر ہو رہی ہے۔ کہیں شاہ و گدا ہے اور کہیں درخت۔ اور کہیں آدمی اور کہیں درندے و پرندے اور کہیں خوراک و پوشاک اور کہیں لوہا و سونا و چاندی و پیتل وغیرہ دھات اور کہیں مواشی اور کہیں چاند و عطارد و زحل و مریخ و مشتری و زہرہ اور کہیں عاشق دل ربودہ و دلدادہ اور کہیں معشوق دلربا۔ کہیں ریل و آگبوٹ و محل و ماڑیاں۔ اور کہیں طاؤس و مینا و کہیں قمری و فاختہ و طوطا وغیرہ وغیرہ ہزارہا اشکال و صورتوں میں مٹی ہی جلوہ گر ہے۔

ان کے علاوہ خدا تعالیٰ کی ایک اور مخلوق ہے جس کی پیدائش آگ سے ہوتی ہے۔ ان کو بھی جن کہتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔ ترجمہ یعنے خدا تعالیٰ نے پیدا کیا جن کو آگ کے شعلے سے اُس آتشی مخلوق کی خوراک بھی آتش ہی ہے۔ ہم قبل ازیں ظاہر کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر جنس کی خوراک اس کے اصل مادہ میں رکھی ہے۔ جہاں سے اُس کی پیدائش ہوئی ہے۔ لکڑی کا کیڑا لکڑی سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی کی خوراک لکڑی میں موجود ہے مدار کا کیڑا مدار سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی خوراک مدار میں موجود ہے لوہے کا کیڑا لوہے سے پیدا ہوتا ہے اُس کی خوراک لوہے میں ہے آگ کا کیڑا سمندر آگ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی خوراک آگ میں ہے پتھر کا کیڑا پتھر میں پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی خوراک انہی میں ہے۔ پانی کے کیڑے پانی میں پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کی خوراک اسی میں موجود ہے گوبر و ہڈیوں کے کیڑے انہی میں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہی ان کی خوراک ہیں۔

(۲) گوبر و ہڈیوں سے استنجا کرنا موجب امراض شدیدہ ہے۔ کیونکہ ان میں زہریلے حشرات کے زہریلے علامات اور ہوائے متعفنہ کے سمی و قاتلہ آثار ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ اگرچہ ان میں کسی وقت نہ بھی موجود رہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کو محض بنظر شفقت و رحمت ان ضرروں سے بچنے کے لئے گوبر و ہڈیوں کے ساتھ استنجا کرنا منع فرمایا یعنی آپ نے ایسا کام کیا۔ جیسا کوئی اپنے بچوں کو اشیائے ضرر رساں کے استعمال سے روک دیا کرتا ہے۔ تاکہ ان کو ضرر نہ پہنچے۔ چنانچہ حدیث مذکور الصدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صریحاً اس امر کا اشارہ فرمادیا کہ تم میرے پیارے بچوں کے منزلہ ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کو کوئی ضرر پہنچے۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پدری محبت و شفقت کی جو آپ کو اپنی امت سے ہے۔ قرآن کریم میں تصدیق فرمائی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ ترجمہ یعنے تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے۔ اور وہ تم ہی میں سے ہے۔ تم کو کوئی تکلیف دُکھ ہو۔ تو اُس کو ناگوار گذرتا ہے۔ وہ تم سے حرص رکھتا ہے وہ مومنوں پر رؤف الرحیم ہے۔

اپنی امت کی تکلیف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی تکلیف و دُکھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی کے بیٹے کو تکلیف و مصیبت پہنچنے سے باپ کو تکلیف ہوتی ہے۔

رحم بر کورے کند اہل بصر	باخبر را دل تپد بر بے خبر
مر ضعیفاں را قوی آرد بیاد	ہمچنیں قانونِ قدرت اُفتاد
رحم یزداں از ہمہ بائد فزوں	چوں ازیں قانوں شود رحماں کوں

خداوند تعالیٰ کا احکام ممنوعہ و محرمات سے اپنے بندوں کو منع کرنا بنظر رحمت و شفقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ ترجمہ یعنے خدا تعالیٰ نے تم کو اپنی طرف سے بنظر شفقت و مرحمت محرمات و ممنوعات سے بچنے و حذر کرنے کے لئے آگاہ فرماتا ہے۔ کہ مبادا ارتکاب محرمات سے تم کو ضرر پہنچے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم کو ضرر پہنچے کیونکہ وہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ امت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلسوزی و ہمدردی و شفقت و مرحمت آنحضرت کو مقام فنا فی اللہ میں پہنچ کر خدا تعالیٰ سے عطا ہوئی تھی۔

اسی طرح حسب مراتب جس کو خدا تعالیٰ سے زیادہ قرب ہوگا

ڈاک بنگلہ منی پور (برما)

Imphal
Manipur

از دفتر الحکم قادیان

IMPHAL
2 MA. 12



شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

جلد ۱۶ نمبر ۷

عوام سے ہندوستان میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۵ / سے باہر ۔ ۔ ۔ ۔ ۷ /

غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲ /

الحکم

۲۱ فروری ۱۹۱۲ء — قادیان دارالامان

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیاں بینی

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہوتا ہے

وہ خدا کی مخلوق سے زیادہ ہمدردی کریگا۔ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ - ترجمہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مخلوق دُنیا خدا تعالیٰ کے کنبہ کے بمنزلہ ہے۔ پس مخلوق سے خدا کو وہی زیادہ پیارا ہے۔ جو اُس کے کنبہ سے بھلا کرے۔

استنجے کے تین ڈھیلوں کی حقیقت اور جنوں کے کھانے وغیرہ کے متعلق بحث کے بعد اب میں بہشت کے آٹھ دروازوں پر کچھ بحث کرتا ہوں و باللہ التوفیق۔

بہشت کے آٹھ دروازے

بہشت کے متعلق میں نہیں سمجھتا کہ کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہر شخص کی فطرت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ سُکھ کو چاہتا ہے اور یہ حصول سُکھ کی فطرتی خواہش ایک ایسی جگہ کا پتہ دیتی ہے جہاں انسان سُکھ حاصل کر سکتا ہے پس اسی کا نام ہم جنت یا بہشت رکھتے ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب نے کسی نہ کسی طریق پر بہشت و دوزخ کا اقرار کیا ہے پھر اس امر مشترک کے وجود پر نکتہ چینی شاہد دانشمند کا کام نہیں ہے مجھے یہ امر نہایت افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ جو اسلام کی تعلیم پر یا اس کے کسی اصل پر اعتراض کرتے ہیں وہ اس وقت اصولی رنگ میں جرح نہیں کرتے مثلاً وہ ہماری مسلمہ کتب کو چھوڑ دیتے ہیں یا اُن امور پر اعتراض کرتے ہیں جو کسی ایک یا دوسرے رنگ میں خود اُن کے ہاں موجود ہیں۔ پس جبکہ حصول سُکھ یا مکتی پانے کی خواہش ہمارے ساجی دوستوں میں ہے اور وہ مکتی دھام کوئی تجویز کرتے ہیں تو کیوں انھیں جنت پر اعتراض ہوتا ہے ہاخیر یہ وہ جانیں اور ان کا کام۔ جنت کے آٹھ دروازوں پر بحث کرنے سے پہلے میں یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جنت ہے کیا چیز بروئے اسلام ہم مانتے ہیں قرآن مجید کی ان آیات پر (جو نعمائے جنت کے متعلق بیان ہوئی ہیں) یکجائی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت کہ انسان اس دنیوی زندگی میں خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام اور سکینت حاصل کرے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذتیں اس کی خدمت میں ہوجاویں وہ حالت ہے کہ جس کا نام ہم بہشتی زندگی رکھتے ہیں اور بہشتی زندگی اسی دُنیا سے شروع ہو جاتی ہے اور وہ چیز جس کا نام نجات ہے اس کا دروازہ اسی عالم میں کھلتا ہے ۔ دوسرے مذاہب اور اسلام میں یہی تو فرق ہے کہ وہ آئندہ زندگی اور اس عالم کی زندگی کے درمیان موت کو ایک ناقابل گذر پہاڑ سمجھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اس عالم اخروی کے نظاروں اور کیفیات کو اس عالم کے نظاروں اور کیفیات سے گویا کوئی تعلق اور رشتہ ہی نہیں ہے مگر اسلام نے ظاہر کیا ہے کہ موت ناقابل گذر پہاڑ نہیں ہے بلکہ اس عالم کیلئے ایک گذرگاہ ہے اور جس حالت روحانی میں وہ مرنے کے وقت ہوتا ہے وہی حالت اس عالم ثانی میں اسے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس دنیا کی بہشتی زندگی اس حالت میں شروع ہوتی ہے جب انسان کے تمام سفلی اور نفسانی جذبات پر ایک موت وارد ہو کر وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں [illegible] راضی اور خدا اس سے خوش ہو جاوے ۔ میں کھویا جاتا ہے اس وقت تک یہ زندگی شروع ہی نہیں ہو سکتی۔ غرض اعلیٰ درجہ کی پاکیزہ زندگی۔ خدا پرستی۔ خود فراموشی حصول جنت کی راہ ہے۔ اور یہ اعمال صالحہ اس بہشتی زندگی کے اظلال [illegible] ہیں۔ میں اس وقت اس مضمون کو لمبا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مختصر الفاظ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ جنت جس کا اسلام ذکر کرتا ہے انسان کے اپنے ہاتھوں نے طیار کیا ہے جہاں ایمان درختوں کی صورت پکڑتا ہے اور اعمال صالحہ نہریں ہو کر اسکو سرسبز اور شاداب رکھتی ہیں گویا جو رشتہ نہروں کا باغ کے ساتھ ہے وہی رشتہ اعمال کا ایمان کے ساتھ ہے جیسے کوئی باغ بدون پانی کے سرسبز نہیں رہ سکتا اسیطرح کوئی ایمان بدون نیک اعمال کے زندہ نہیں رہ سکتا۔

گویا اسلام اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور نفسانی جذبات کی غلامی سے نکالنے کی سبیل بتلاتا ہے۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بہشت کے آٹھ دروازے بتائے یہ کیسے صحیح ہیں۔ یاد رہے کہ وضو کے لئے سات اعضا مخصوص ہیں منہ دونوں ہاتھ پاؤں کان سر ان اعضاء کی تخصیص کے متعلق احادیث میں غائر نظر کرنے سے اصل سر معلوم ہو جاتا ہے۔ مگر معترض جس کی غرض حقیقت شناسی نہو ان تکالیف کو کب گوارا کرتا ہے۔ میں مختصراً یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ایک نیک طینت آدمی وضو میں ان اعضاء کی تخصیص پر خود بھی غور کرے تو اُسے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہی وہ اعضاء ہیں جن کے ساتھ اخلاقی شریعت وابستہ ہے اور وہ امور جنکا اثر سوسائٹی کی مختلف حالتوں اور تمدن پر پڑ سکتا ہے وہ ان اعضاء کے افعال کے نتیجے ہیں مثلاً زبان ہے راستبازی۔ دوسروں کے ساتھ اخلاقی بھلائی کی تعلیم۔ خدا کی شکرگذاری۔ خدا تعالیٰ اور اُس کی صفات کا اقرار اسی زبان سے متعلق ہے اور اسی کے ذریعہ کفر غیبت بدگوئی کفر باللہ اور کفر بالرسول اور دوسرے معائب سرزد ہو سکتے ہیں جنکا اثر سوسائٹی پر پڑتا ہے۔ بیع شرا کے معاہدات اسی زبان سے ہوتے ہیں۔ اسی طرح آنکھ ایک سوراخ ہے اور وضو میں اس کا دھونا بھی ضروری ہے۔ اس سے ان تمام گناہوں سے بچنے کی تعلیم مقصود ہے جو آنکھ سے متعلق ہیں۔ اسی طرح دوسرے اعضاء اور جوارح پر غور کر لو کہ کس قدر اخلاقی قوتیں یہ اندر رکھتے ہیں۔ اور وضو میں ان کا دھونا اسبات کی [illegible] اور ظاہری نشان ہے کہ [illegible] ان گناہوں سے بچے۔ اب میں تمام سلیم الفطرت اور شریف الطبع لوگوں سے دریافت کرتا ہوں کہ جب ایک انسان کامل اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا کرے اور وضو کے ذریعہ جو روحانی غرض دکھائی گئی ہے اسے پورا کرے تو انصاف سے کہو کہ کیا وہ بہشت میں داخل ہونے کا ایک دروازہ ہوگا یا نہیں؟ دروازہ کیا ہے مکان کے اندر داخل ہونے کا ذریعہ اور اسی مقصد کے لئے وہ بنایا جاتا ہے۔ پھر جنت میں جن اسباب سے انسان داخل ہوتا ہے وہی اس کے لئے دروازہ ہے اور یہ جوارح جب کامل طور پر خدا تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری میں لگا دیں تو کیوں انسان بہشت میں داخل نہو۔ پس یہ تو ہے سات دروازوں کا پتہ

اب رہا آٹھواں دروازہ اس کی حقیقت بھی مجھ سے سنو۔ میں نے پہلے بتایا تھا کہ جسمانی طہارت روحانی طہارت پر موثر ضرور ہوتی ہے۔ وضو کی غرض روحانی طہارت ہے چونکہ انسان کوئی کام اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق کے بدون نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان کو عبودیت سکھاتے اور خدا تعالیٰ کے قرب کے لئے وسیلہ دعا ضروری سمجھتے ہر مرحلہ زندگی کے لئے آپ نے اپنی اُمت کو دعائیں سکھائی ہیں۔ وضو کے بعد جیسا کہ مسافر نے بھی اس دعا کا ترجمہ لکھا ہے ایک دعا سکھائی۔ اور غور کرو کہ وہ کیسی پاک دعا ہے۔

پہلے اقرار توحید کرتا ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ - یہ کلمہ جسقدر صداقت اور خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے اسپر اگر بحث کیجاوے تو اخبار الحکم کے متعدد نمبر کافی نہیں ہو سکتے بہرحال اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ اسکا جزو اول تو ایسا ہے کہ ہر ایسا شخص جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اس کی توحید کا قائل ہے اسپر قربان ہوگا۔ اور دوسرا جزو اس کے ساتھ اس لئے رکھا ہے کہ چونکہ بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے اپنے ہادیوں کو امتداد زمانہ کے بعد خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیدیا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسان پر رحم فرما کر آئندہ ہمیشہ کے لئے اس نقص سے بچانے کے لئے اپنی شخصیت کے مسئلہ کو اس اقرار کے ساتھ صاف کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان اور خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی توحید پر کامل ایمان لے آتا ہے اور اس کی صفات افعال اور اسماء کو لیس کمثلہ شئے یقین کر لیتا ہے تو وہ بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو یقین کرتا اور آپ کے اسوہ حسنہ کو اپنے لئے ایک نمونہ یقین کر کے آپ کے نقش قدم پر چلتا ہے تو اس میں بہشتی زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اس اقرار کے بعد جو دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی وہ ایسی قابل قدر ہے کہ دُنیا کے دوسرے مذاہب کی کتابوں میں مجھے شبہ ہے کہ اس جیسی دعا اس موقع کے لئے مل سکے۔ اور وہ یہ ہے اللھم اجعلنی من التوابین و اجعلنی من المتطھرین - یعنی اے اللہ مجھے حقیقی توبہ کرنے والوں میں سے بنا دے اور اے اللہ مجھے ظاہری اور باطنی صفائی رکھنے والوں میں سے بنا دے۔

اس دعا کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ اصل غرض پاکیزگی اور طہارت ہے اب غور کرو اور انصاف کر کے بتاؤ کہ جو شخص ان اعضاء سبعہ سے تمام اعلیٰ کام کرتا ہو اور پھر خدا تعالیٰ کی توحید اور اس توحید کے لانے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتا ہوا خدا تعالیٰ سے حقیقی پاکیزگی کا خواستگار ہو گیا اس کے بہشت میں داخل ہونے کے آٹھ دروازے نہیں کھلتے ہیں آٹھ دروازوں کی حقیقت چاہو تو خدا کے لئے غور کرو اور قبول کرو ❊

ایوان خلافت

ﷲ حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت اچھی ہے۔ قرآن مجید کی اشاعت
لیغ کے لئے یوں تو ہمیشہ ہی آپ کو جوش وشوق رہا ہے
ئیں بہت بڑھا ہوا ہے۔ صبح ہی آپ چھوٹی لڑکیوں

یفۃ المسیح کے یل ونہار

کو قرآن مجید کا درس دیتے ہیں۔ یہ
درس ان کی استعداد اور سمجھ کو مدنظر
رکھکر دیا جاتا ہے اور آپ روزانہ
سبق ان لڑکیوں سے سنکر پھر پڑھاتے

اس طرز تعلیم نے مدرسین اور معلمین کے لئے ایک
نمونہ پیش کر دیا ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے
سف استعداد کی لڑکیاں ہیں مگر کیا مجال کہ کسی پر بھی
ہو۔ پڑھنے والی لڑکیوں میں بیحد شوق ہے پھر
ورت کو سبق دیتے ہیں۔ قرآن مجید کے سننے اور
نے کا شوق یہاں خدا تعالیٰ کے فضل اور حضرت
المسیح کی توجہ اور دعاؤں کے باعث مستورات میں بہت
گیا ہے۔ قرآن مجید کے درس کے بعد پھر عورتوں
بھی ۔ متعدد کی بیبیاں بخاری پڑھتی ہیں اس سے
ہوکر مستورات اور بچوں کے علاج کیطرف توجہ ہوتی
۔ اور گھر ہی میں انکو طبی مشورہ دیتے ہیں۔ وہاں سے
غ ہوکر باہر تشریف لاتے ہیں اور مریضوں کو دیکھتے ہیں
لسلہ ۱۲ بجے تک جاری رہتا ہے ان سے فارغ ہوکر طب
ھنے والے طالبعلموں کو طبی درس دیتے ہیں۔ طب کے
ن ہی میں ڈاک کے خطوط بھی پیش ہوتے جاتے ہیں اور
کے جوابات بھی دیتے جاتے ہیں۔ اس درس سے
غ ہوکر آپ کھانا کھانے بیٹھتے ہیں۔ کھانے کے وقت پر
ایک درس قرآن مجید کا ہوتا ہے چند نوجوان قرآن
کا ترجمہ آپ سے پڑھتے ہیں۔ یہ قیاس کر لینا سہل امر ہے
عا کسقدر کھایا جاتا ہوگا جبکہ آپ پڑھانے میں معروف
ہتے ہیں۔ چونکہ آپ کی غذا کلام الٰہی ہے بس اس سے
ت اٹھاتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید کے اس درس سے
رغ ہوتے ہی اذان ظہر ہوتی ہے۔ نماز سے فارغ ہوکر ایک
یع حلقہ درس بخاری کا ہوتا ہے اور یہ سلسلہ عصر تک
ری رہتا ہے۔ عصر سے فارغ ہوتے ہی کوئی اخبار عربی
کوئی اور ہاتھ میں آگیا تو پڑھکر بڑی مسجد میں قرآن مجید
ایک عام درس ایک رکوع کا ہوتا ہے۔ یہ درس جیسا کہ
ب لوگ جانتے ہیں ایک وسیع لیکچر ہوتا ہے۔ اور قرآن
ید کا جیسا عام اسلوب ہے کہ ہر رکوع میں مختلف امور پر
ات دیتا ہے آپ کے درس میں ہر مرض کے مریضوں
لئے نسخہ شفا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ درس مغرب تک
ہے اس سے فارغ ہوکر نماز مغرب ادا کرتے ہیں اور نماز
مغرب کے بعد قرآن مجید کا ایک درس لڑکوں کو دیتے ہیں۔
کیونکہ لڑکی اپنے بچے کو قرآن مجید پڑھاتے ہیں ابتداً

توید درس عیدا گھی ہی کا تھا مگر رفتہ رفتہ یہ بھی ایک عام درس
ہوگیا۔ طالبعلموں کے بعد دوسرے لوگ بھی شامل ہوتے
گئے ہیں یہ درس بھی بہت وسعت سے ہوتا ہے۔ اور عجیب
بات یہ ہے کہ اس درس کا طریق حضرت نے ایسا رکھا ہے کہ بچے
اس سے خوب استفادہ کر سکتے ہیں۔ طریق استدلال ان کی استعداد
کے موافق ہوتا ہے۔ پھر ایک اور درس قرآن مجید ہی کا
ہوتا ہے یہ درس فارغ التحصیل لوگوں کے لئے ہوتا ہے یہ مختصر
سا انضباط اوقات حضرت خلیفۃ المسیح کا ہے اس سلسلہ میں مناسب ہے کہ
آپ کی زندگی کے چند عجیب واقعات میں ناظرین کو حیات نور
(خلیفۃ المسیح کی لائف مرتبہ ایڈیٹر الحکم) میں سے

نور کو ایک کیمیا کا نسخہ کہانے کہاں لیگیا

ابھی آپ بچے تھے اور تعلیم کے
لئے گھر سے باہر نہ گئے تھے
بھیرہ ہی میں ایک کیمیاگر آیا
جس کا پوتا حضرت خلیفۃ المسیح
کے کنبہ میں پرورش پاتا تھا اس نے آپ کو بچہ سمجھ کر آپ کو
پھسلانا چاہا اور سلسلہ گفتگو اس طرح سے شروع کیا کہ چونکہ
تمھارے خاندان نے میرے پوتے پر بڑا احسان کیا ہے ان
کی تعلیم اور اخراجات کو برداشت کیا ہے اس احسان کے بدلے
میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ ایک خاص احسان کروں۔ اور
وہ یہ ہے کہ تم کو کیمیا کا نسخہ سکھا دوں تم صرف ایک چونی ہے آؤ۔
ایک بچہ کیمیاگروں کے ہتھکنڈوں سے کیا واقف ہو سکتا ہے
جبکہ بڑے بڑے آدمی مغالطہ کھا جاتے ہیں مگر اس بچہ کی
فراست اور دانش کو دیکھو جو کل ایک قوم کا باپ بننے والا
تھا اس کیمیاگر کی باتوں کو سنکر آپ سیدھے اپنے والد ماجد
کے پاس گئے اور اس قصہ کو بیان کر دیا والد ماجد کا طریق تعلیم
و تفہیم بھی عجیب تھا وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ باتیں فضول اور جھوٹی
ہیں مگر نہیں انھوں نے یہ مناسب سمجھا کہ نور کو (کیونکہ حضرت
کیوجہ سے کنبہ میں آپ اسی نام سے پکارے جاتے تھے) کیمیا
گروں کی حقیقت سے ایسے طور پر واقف کرا دیں کہ ہمیشہ کیلئے
اس بدمعاشی سے وہ باخبر ہو جاوے۔ انھوں نے کہا
کہ چونی کی تو کیا بات ہے روپیہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ مگر تم ایک
بات کرو۔ اس کیمیاگر کو جاکر یہ کہو کہ تم مجھے کروڑوں روپیہ بنانے کا
نسخہ بتلاتے ہو۔ اس کو رہنے دو صرف اتنا کرو کہ دس ہزار روپیہ بناکر
دیدو یہ بہتر ہے۔ دس ہزار سے پھر دولت خود بڑھجائیگی ۔
ادھر کیمیاگر خیالی پلاؤ پکا رہا تھا کہ اچھا شکار ہاتھ آیا ہے۔ اگر یہ
بچہ میرے قابو میں آگیا تو بس خوب ہاتھ رنگینگے۔ اس کی محسن
کشی بھی دیکھئے کہ پوتا ان کے گھر میں پرورش پا رہا ہے اور
وہ ان کے ہی لوٹنے کے سامان کر رہا ہے۔ غرض بڑی خوشی
سے اس کے پاس پہنچے اور اسکو آمادہ کیا کہ ایک چونی لیکر
اپنی چالاکی سے نور کو گرویدہ کرونگا۔ مگر وہاں کچھ اور ہی گل
کھلنے والا تھا نور نے وہی نسخہ جو اپنے آبا سے سراب کیمیا
سے نجات پانے کا سیکھا تھا اس کے سامنے رکھدیا اور کیمیا
گر کو اس مشکل سوال کے حل کرنے کیطرف متوجہ کیا۔ کہ آپ
صرف دس ہزار روپیہ بنادیں میں نسخہ نہیں سیکھتا
اب کیمیاگر کی آنکھیں کھلیں اور وہ حیران وسرگردان رہگیا۔

کچھ بھی جواب تو اس سے بن نہ آیا۔ اس دس ہزاری تجربہ
نے ہمیشہ کے لئے آپ کے دل میں کیمیاگری (جس سے
مراد سونا چاندی بنانا ہے) سے نفرت ڈالدی۔ ازاں بعد اس
کے پوتے سے آپ نے ذکر کیا تو وہ چونکہ ایک دیندار
خاندان میں رہ کر ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کو سمجھ چکا
تھا اپنے دادا کیمیاگر کے ہتھکنڈوں سے آپ کو آگاہ
کیا کہ یہ بڑا ہی فریبی اور مکار انسان ہے۔ اور اس کے لپتہ میں
سے ان چالاکیوں کے کارنامے دکھائے۔ غرض یہ واقعہ تو آپ
کی ابتدائی عمر کا ہے جب ابھی آپ الھڑ تھے اس تجربہ نے
آئندہ زندگی میں اس خطرہ سے محفوظ کر لیا جو کیمیاگروں کے
لباس میں مال پر آتا ہے۔ لیکن جب آپ کو قرآن مجید پر غور
کرنے کا مذاق پیدا ہوا اور آپ صحیفۂ قدرت میں خدا کی دی
ہوئی آنکھوں اور دل ودماغ سے مشاہدہ اور فکر کرنے لگے
تو آپ نے دیکھا کہ جو چیز انسان بناتا ہے وہ خدا نہیں بناتا۔
اور جو خدا بناتا ہے وہ انسان نہیں بنا سکتا۔ انھوں نے
دیکھا کہ گیہوں خدا کی پیدا کردہ چیز ہے اس گیہوں سے انسان
روٹی بناتا ہے۔ خدا تعالیٰ روٹی نہیں پیدا کرتا۔ کپاس تو خدا تعالیٰ
پیدا کرتا ہے کپڑے نہیں بناتا۔ اسی سلسلہ غور وفکر میں
آپ دور نکل گئے۔ یہانتک آپ اس نقطہ پر پہنچے کہ سونا اور
چاندی تو خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ چیز ہے پھر انسان اسے
کیونکر بنا سکتا ہے یہ محض غلط اور بیہودہ خیال ہے اور کیمیا
گری ایک دھوکہ محض ہے۔ یہ جدا امر ہے کہ دو مختلف
چیزوں کو ترکیب دیں۔ اس سے ایک تیسری شے اور خواص کے
ساتھ طیار ہو جاوے۔ یہ تو کیمسٹری کے عجائبات ہو سکتے ہیں
اور ہیں۔ مگر یہ غلط کہ کوئی سونا چاندی بنا سکے یہ مشاہدہ
اور یہ فکر آپ کو قرآن مجید کی اس آیت سے پیدا ہوا تھا
هو الذی جعل لکم ما فی الارض جمیعا
کہ جو کچھ دنیا میں ہے وہ خدا تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ پس اور
کوئی نہیں بنا سکتا۔ یہ تجربہ اور علم آپ کا عمر کے ساتھ ساتھ
وسیع ہوتا گیا۔ یہانتک کہ آپ نے یہ خیال سنا کہ حضرت مسیح
چمگادڑ بنایا کرتے تھے۔ اس موقعہ پر پھر اس آیت نے آپکی
رہنمائی کی اور بتایا کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو چیز
خدا بناتا ہے وہ انسان بنا ہی نہیں سکتا۔ پھر مسیح کے
چمگادڑ بنانا کیوں درست ہو۔
یہ فیصلہ آپ نے پہلے ہی کر لیا ہوا تھا۔ خلیفۃ اللہ حضرت مسیح
موعود علیہ السلام کے حضور خدا کا فضل آپ کو لے آیا۔ ایک زمانہ
گذرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب مسیح ہوکر
ظاہر ہوئے اور آپ کی توجہ حضرت مسیح کے معجزات وغیرہ پر
ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود پر ان آیات کی تفسیر کا انکشاف
کیا۔ پس آپ خیال کریں کہ نور کتنا خوش ہوا ہوگا جب اسے اپنے
امام کے منہ سے ان جدید انکشافات کو سنا جو خدا تعالیٰ نے اس پر
ظاہر کئے تھے۔ مگر نور کو خدا تعالیٰ نے اس نکتہ معرفت تک پہلے
ہی پہنچا دیا تھا۔ اسطرح وہ چونی کا نسخہ کیمیا قیمتی ثابت ہوا
کیمیاگر نے فی الحقیقت آپ کو ایک کیمیا کے نسخہ کی طرف متوجہ کر دیا

نور چوپان کا غلام بنکر جیت گیا

جبلوز کو سبق پڑھنے کا

پورا ہوجائے۔ اُس وقت لازم ہوجاتا ہے۔ اور اُس سے رجوع جائز نہیں ہوتا۔ اور نہ اُس میں سے وارثوں کو کچھ مل سکتا ہے۔

وقف کے معاملہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

(١) واقف یعنے وقف کرنے والا۔

(٢) شئے موقوف۔

(٣) غرض وقف۔

(٤) مستحقانِ وقف یعنے منافع کے مصرف۔

شئے موقوفہ جس نفع کے لئے وقف کی گئی ہو۔ دوسرے نفع میں صرف نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ دوسرے مصرف اس سے اعلیٰ و بہتر ہو۔ اور نہ غیر مستحقان وقف پر صرف کی جاسکتی ہے۔

وقف کا متولی اگر واقف خود بننا چاہے تو بن سکتا ہے لیکن لیکن اُس کا فرض ہے کہ شرط وقف کو ملحوظ رکھے اگر وہ اور اسی طرح کوئی دوسرا متولی شئے موقوفہ اور مصرف و مستحقانِ وقف کے منافع میں خیانت کریگے۔ تو بموجب حکم شرع حاکم وقت یا جماعت مسلمین ایسے متولی کو معزول کرسکتے ہیں۔

معاملات وقف میں ہماری گورنمنٹ برطانیہ کا عملدرآمد اسی قانون پر ہے۔ جس کا مختصر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ہم تعجب اور افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں اسلامی اوقاف کی جو بُری حالت ہو رہی ہے۔ اور جس ظالمانہ دستبرد سے اشیاء موقوفہ کے نفع کو غیر مصرف میں خرچ کیا جاتا ہے۔ وہ بہت کچھ توجہ کے قابل اور لائق حیرت و حسرت ہے۔

اوقاف کے متولی

جس طرح اشیاء موقوفہ پر قابض ہیں۔ اور اُن کے نفع کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے سے دور رہتے ہیں۔ اُس پر نظر ڈالتے ہوئے بیساختہ اسلام کی نازک حالت پر رحم آتا ہے۔ ہرچند کہ ہم اسلام کے نام لیوا ہیں۔ اور مسلمانوں سے ہمارے تعلقات مذہبی ہیں لیکن ہماری کمزوریاں اور ہماری لا[illegible] ہم کو اس رشتہ اخوت کے قابل نہیں سمجھتی جو اسلام نے ہمارے لئے قرار دیا تھا۔

ابتک تو یہ خیال تھا کہ مسلمانوں کے اعمال و افعال متعلق مذہب ہی اس قدر خراب ہوگئے ہیں۔ کہ وہ صحیح طور پر مسلمان سمجھنے کے قابل نہ رہے۔ دینی ہمدردی اور مذہبی ارکان کی ادائیگی کا جوش مسلمانوں میں سے جاتا رہا ہے۔ اور اب وہ مذہب سے دور اور اُن کے اعمال و افعال مذہبی زندگی سے قطعی جداگانہ ہیں۔ لیکن جب ہم مسلمانوں کے معاملات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو وہ سب سے زیادہ خراب بدتر اور کمزور پائے جاتے ہیں۔ اور بیساختہ زبان سے یہ نکل جاتا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی اقوام دُنیا میں ہر پہلو سے ایک تاریک و بدتر زندگی ہے حقوق اللہ کی ادائیگی آج اسلامی دُنیا میں جس سرد مہری سے کی جاتی ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں اور مسلمانوں کی جسقدر تعداد [illegible] ہے۔ وہ بھی ظاہر و باہر۔ لیکن حقوق العباد کا خیال جتنی لاپروائی سے کیا جاتا ہے وہ سب سے زیادہ ہے اور یہی [illegible] حالت و کیفیت اس امر کا صحیح اندازہ ہے کہ آج جو تباہی [illegible] مسلمانوں پر ہے۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کے معاملات اسقدر تاریک و کمزور ہیں کہ دُنیا اور دین کا کوئی کام صحیح اصول پر نظر نہیں آتا۔ معاملات قرض ہبہ۔ بیع میں ان کی بے اعتباری اقوام دُنیا میں مشہور ہے تجارتی کاروبار میں ان کے سب سے پیچھے رہنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کے تعلقات تجارت میں معاملہ کا پہلو نہائت خراب ہوتا ہے۔ اور تجار اعتبار متعلق لین دین کے قابل ان کو نہیں سمجھا جاتا۔

غرض معاملات کے جس پہلو پر نظر ڈالی جائے۔ مسلمانوں کی کمزوری کا صفحہ نہائت روشن و زرّین نظر آئیگا اور صحیح معاملہ کا حصہ نہائت تاریک و خراب۔

معاملات وقف میں بھی مسلمانوں کا یہی حال ہے۔ ہرچند کہ

وقف حقوق اللہ میں داخل ہے

لیکن اس کی تولیت میں جسقدر بدعنوانیاں کی جاتی ہیں۔ وہ ایک سچے مسلمان سے دیکھی نہیں جاسکتیں۔

اوقاف کے متولی عموماً لالچی اور حریص ہوجاتے ہیں۔ اور شئے موقوفہ کو کبھی صحیح مصرف پر خرچ نہیں کرتے۔ بلکہ جہانتک ہمارے تجربہ اور مشاہدہ میں آیا ہے۔ اوقاف کے متولی شئے موقوفہ کے نفع کو اس طرح صرف کرتے ہیں۔ کہ وہ صرف درحقیقت صرف ہی نہیں ہوتا بلکہ اپنا ذاتی نفع ہوتا ہے جس کی چند صورتیں حسب ذیل ہیں۔

(١) شئے موقوفہ کے نفع کا مصرف وقف کرنے والے کی غرض سے علیحدہ کرکے غیر مصرف میں خرچ کرتے ہوئے رشتہ داروں۔ عزیزوں۔ دوستوں کو اس سے نفع پہنچانا۔

(٢) خود اپنی ذات پر خرچ کرنا۔

(٣) آیندہ زندگی کی بہترین صورت بنانے کے لئے وقف سے کچھ ایسے ذرائع پیدا کرنا جو متولی خاص کے لئے مخصوص ہوجائیں۔

(٤) مصارف کی فرضی تعداد سے اپنی جیب بھرنا۔

خیر یہ تو وہ صورتیں رہیں۔ جن کی ظاہری نمود و شان کچھ نہ کچھ پائی جاتی ہے۔ سیکڑوں موقعہ ایسے ہیں کہ شئے موقوفہ پر متولی بالکل قابض ہیں۔ اور اُس کے نفع کو اپنی ذاتی ملکیت خیال کرتے ہیں۔

تجربات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے

کہ چونکہ اوقاف کے متولی عموماً وقف کرنے والے کے رشتہ دار یا وارث ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ شئے موقوفہ کو عموماً اپنی ملکیت خیال کرتے اور چند روز بعد اُس پر مالکانہ قبضہ کرلیتے ہیں اور بسا اوقات اُس ناجائز قبضہ سے وہ موقوفہ شئے متولی کے قبضہ میں نیلام ہوکر برابر ہوجاتی ہے۔ اوقاف اسلامی کی جو آج جو ناگوار حالت ہے۔ وہ ایک سچے ہمدرد اسلام سے دیکھی نہیں جاتی۔ متولیوں کی تاریک زندگی اوقاف پر مالکانہ قابض ہے اور اُس وقف کا منافع وقف کرنے والے کے منشار کے خلاف صرف میں آ رہا ہے کیا اس سے بدتر کوئی صورت ہوسکتی ہے؟ ہرچند گورنمنٹ عالیہ نے محکمہ اوقاف قائم کرکے اوقاف کے متعلق بہت کچھ حفاظت و نگہداشت کی کوشش کی۔ لیکن ابھی تک اوقاف اسلام کی وہی بُری حالت چلی جاتی ہے۔ نہ اوقاف کی پوری طرح سے دیکھ بھال ہے اور نہ یہ تحقیقات کی جاتی ہے۔ کہ اوقاف کے متولی اس کے نفع کو کیوں کر صرف کرتے ہیں۔

دس۔ بیس نہیں بلکہ سیکڑوں نظیریں ہمارے سامنے ایسی پیش ہیں کہ اوقاف درحقیقت اوقاف ہی کی صورت سے نکل گئے۔ اور متولی کے مالکانہ قبضہ میں ہیں۔ لیکن اُن کی طرف نہ تو اہل اسلام کو توجہ ہے اور نہ ہمدردان اسلام گورنمنٹ عالیہ کو توجہ دلاتے ہیں۔

گورنمنٹ عالیہ

کو اوقاف اسلامی کی سخت حفاظت کرنی چاہئے اور نہ صرف حفاظت بلکہ ان کو اپنی تولیت میں لیکر وقف کنندہ کے منشار کے مطابق اُن کا نفع صحیح مصرف میں خرچ کرنا چاہئے۔

اوقاف کا سلسلہ ہرچند کہ اب روز بروز کم ہوتا چلا جاتا ہے اور جو کچھ اوقاف موجود ہیں۔ وہ متولیوں کی بدعنوانیوں سے قرضہ یا [illegible] و رہن کی بدولت عنقریب دوسرے ہاتھوں میں چلے جانے والے ہیں۔ لیکن اگر گورنمنٹ عالیہ نے توجہ فرمائی۔ تو اوقاف کی صورت و کیفیت میں جان پڑ سکتی ہے۔ اور اُن کا انتظام وقف کرنے والے کی نیت کے موافق ہوسکتا ہے۔

وقف جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں۔ خدا کی ملکیت یا حق اللہ ہوتا ہے اور حق اللہ میں مداخلت یا اُس کا رہن و بیع اور نیلام یا اپنے قبضہ و تصرف میں رکھنا شرعاً و قانوناً ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگرچہ وقف کرنے والے نے وقف کرنے کی حالت میں ایسی شرائط سے وقف کو مقید کیا ہو۔ جن میں بیع۔ رہن یا ہبہ کرنے کی خواہش پائی جاتی ہو۔

غرض قانون شرعی سے

وقف شدہ شئے کا بیع۔ رہن اور ہبہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی عدم توجہی سے سیکڑوں بلکہ ہزاروں اسلامی اوقاف متولیوں کی شرارت و بدعنوانیوں سے قرضہ میں نیلام ہوگئے یا اُنہوں نے بیع کردیئے۔

ہمدردان اسلام آپکا فرض ہے۔ کہ اپنے اوقاف کی حالت پر رحم کھائیں اور اُن کو نفس پرست متولیوں کے مالکانہ قبضہ سے نکال کر گورنمنٹ کے انتظام میں دیدیں تاکہ وقف شدہ شئے محفوظ رہ سکے اور اس کا نفع صحیح مصرف میں صرف ہو۔

اضلاع روہیلکھنڈ اور خاص مراد آباد میں جسقدر اوقاف ہوں اور اُن کی حالت ناگفتہ بہ ہو تو ہمیں اُس سے مطلع فرمایا جائے تاکہ بقدر امکان ہم اُن کی حفاظت و نگہداشت کا انتظام کرسکیں اور ان کو متولیوں کے ناجائز ہاتھوں سے بچاکر ان کا نفع صحیح مصرف میں لگائیں۔ امید ہے کہ ہمدردان اسلام اور گورنمنٹ عالیہ اس تحریر پر ضرور توجہ فرمائینگے۔ اضلاع روہیلکھنڈ میں خاص اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے مناسب ہے کہ ضلع وار ایسی انجمنیں قائم کی جائیں۔ جو تمام موقوفہ کی آمدنی اور اُن کے صحیح مصرف کا اندازہ کرتے رہیں۔ اس موقع پر ہم اپنے ضلع مراد آباد کے غیور اور باحمیت مسلمانوں کو خاص طور پر متوجہ کرتے ہیں۔ اور اکابران اور عمائدین ضلع مراد آباد سے متوقع ہیں کہ وہ اپنے حمیت دینی کو حرکت دیکر کم سے کم اپنے ضلع کے اوقاف کے اہتمام کی جانب توجہ فرمائیں گے۔ آئندہ سے انشاء اللہ تعالیٰ ہم ضلع و خاص شہر مراد آباد کی موقوفہ جائیدادوں اور اُن کے متولیوں کے دستبرد [illegible]

شوق ہوا تو اسکو تحقیق کے بعد لکھنؤ کے ایک نامی گرامی طبیب حکیم علی حسین صاحب مرحوم کا پتہ ملا مگر لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ان کے ہاتھ میں شفا نہیں - نور کی طبیعت غور کن واقع ہوئی تھی اسبات پر غور کرتے ہوئے وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان کے پاس مدقوق مسلول مجذوم اور ذیابیطس کے مریض آخری حالت میں جاتے ہیں ایسے بیماروں کے علاج میں ایسی حالت میں کامیابی کی کم امید ہونی چاہیئے مگر یہ ان کے کمال کا ثبوت ضرور ہے چنانچہ نور یہ فیصلہ کر کے کہ لکھنؤ جا کر طب پڑھیں چلدیا - مراد آباد - کانپور ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچا - کچی سڑک گرمی کا موسم گرد و غبار نے نور کی جو حالت بنا دی ہوگی وہ ان لوگوں سے مخفی نہیں ہو سکتی جنہوں نے اس کے طویل قد اور بھرے ہوئے چہرہ کو دیکھا ہے اور جو جانتے ہیں کہ اب بھی چند قدم چلکر پیاس محسوس کرتا ہے جوانی کے ایام میں جس شان کا یہ انسان ہوگا وہ اس کے موجودہ قویٰ کو معلوم ہو سکتا ہے - غرض راستہ کی گرد و غبار نے ہیئت میں ایک عجیب شان پیدا کر دی تھی ... اسپر راستہ ... گرد و غبار نے اور بھی رنگ دیدیا اور یہ لمبا ایک وقائع نگار کے لیئے اس وقت داخل گستاخی و بے ادبی نہیں ہو سکتا کہ نور اسوقت عجیب طرح کی حالت میں حکیم صاحب کے مکان میں جا گھسا اور ایک بڑے ہال میں دیکھا کہ اس میں ایک فرشتہ خصلت دلربا حسین سفید ریش نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک گدیلے پر چار زانو بیٹھا ہوا ہے - اس کے پیچھے ایک نفیس تکیہ اور دونوں طرف چھوٹے چھوٹے تکیے اور سامنے پاندان اگالدان - خاصدان قلم دوات کاغذ دھرے ہوئے ہیں اور ہال کے کنارہ کنارہ جیسے لوگ التحیات میں بیٹھتے ہیں بڑے خوشنما چہرے قرینے سے بیٹھے ہوئے تھے - لکھنؤ تکلفات کا گھر انڈیا کا پیرس اور وہاں کے ایک رئیس اور مرجع خلائق کا دربار - اس میں نور جب ہیبت سے داخل ہوا وہ اس کے سوا کیا تھی کہ چہرہ گرد آلود اور گھٹنوں تک گرد راہ جمی ہوئی مگر وہ جس دلیری اور جرات سے اندر گیا اس نے انڈیا کے پیرس کے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو حیران کر دیا کیونکہ اس وقت حکیم صاحب کی مجلس میں وہ لوگ تھے جو لکھنؤ کے عمائد تھے - گو نور کو پہلے پہل اس نظارہ کو دیکھ کر حیرت ہوئی مگر اس نے اپنا بستہ دروازہ میں داخل ہوتے ہی رکھ دیا اور اپنے گرد آلود پاؤں سے سفید چاندنی پر نقش بناتے ہوئے حکیم صاحب کیطرف بڑھتا چلا گیا اور بے تکلف ان کے پاس جا کر زور سے کہا "السلام علیکم"۔ لکھنؤ میں جہاں السلام علیکم کی آواز بالکل نرالی اور غیر مانوس تھی اور پھر حکیم صاحب کے دربار میں جہاں اہل غرض اور اہل حاجت آکر آداب عرض - مجرا عرض اور کورنش اور تسلیم کے سوا نہ بولتے تھے یہ آواز اسی طرح گونجی جسطرح مکہ میں پہلی مرتبہ لا الہ الا اللہ کی آواز گونجی ہوگی - حکیم صاحب نے جواب دیا یا نہ دیا نور نے مصافحہ کے لیئے ہاتھ بڑھا دیا - جسپر حکیم صاحب کو مصافحہ کرنا پڑا مصافحہ کر کے اور اس سلسلہ اور ترتیب نشست کی پرواہ نہ کر کے نور وہیں دوزانو بیٹھ گیا - حاضرین مجلس ان حرکات پر جن خیالات میں غرق ہونگے وہ ناظرین سوچیں - ایک صاحب لکھنؤ کے خاص خاندانی رئیسوں میں سے بگڑے تیوری چڑھا کر بولے کہ

آپ کس منحوس ملک سے تشریف لائے ہیں؟

نور نے اس کی چنداں پرواہ نہ کی مگر جواب دینا ضروری تھا جوانی کی ترنگ میں دزدیدہ نگاہ سے کہا

یہ بے تکلفیاں اور السلام علیکم بے تکلف آواز وادی غیر ذی زرع کے امی اور بکریوں کے چرواہے کی تعلیم کا نتیجہ ہے - (صلی اللہ علیہ وسلم)

بس یہ آواز کیا تھی ایک بجلی کا کڑکا تھا اس نے حاضرین پر جو اثر ڈالا ڈالا مگر حکیم صاحب پر تو وجد طاری ہو گیا - پھر وہاں کیا واقعات پیش آئے یہ تو ایک دلچسپ اور لمبی کہانی ہے جو ناظرین حیات نور ہی میں پڑھینگے مگر اتنا ہم ابھی بتا دیتے ہیں کہ وادی غیر ذی زرع کے امی چرواہے فداہ ابی و امی کا غلام ہو کر نور وہاں جیت گیا اور حکیم صاحب کا منظور نظر بن گیا - اور آج مرجع خلائق ہے -

شیخ غلام محمد صاحب مالک وکیل کی وفات

شیخ غلام محمد صاحب کی وفات پر کچھ بھی شک نہیں کہ "موسی بود لوبت ماست" کی مصداق ہو رہی ہے اسلامی ہند میں شیخ صاحب کی وفات کو ایک قومی صدمہ قرار دیا گیا ہے مرنیوالا مر گیا اور اپنے لیئے بہت سے رونے والے دل چھوڑ گیا شیخ صاحب ایک با اخلاق اور صوفی منش بزرگ تھے - وہ ایک مخلص دوست اور امین مشیر تھے قومی کاموں کے ساتھ انھیں بیحد دلچسپی اور آزاد راے زنی ان کا شیوہ تھا - اڈیٹر الحکم کو اسوقت سے جبکہ اخبار وکیل کا پہلا نمبر شائع ہوا شیخ صاحب سے نیاز حاصل تھا - اور اڈیٹر الحکم کے قیام امرتسر میں انھوں نے بارہا چاہا کہ وہ وکیل میں کام کرے جسکو اس نے ایک خاص خیال کی بنا پر شکریہ سے نامنظور کیا تاہم اکثر قومی معاملات میں ان سے گفتگو ہوتی اور وہ حق کی حمایت کیلیئے اپنی رائے چھوڑنے کو طیار رہتے - تین احمدی اہل قلم وقتاً فوقتاً وکیل کے اڈیٹوریل سٹاف کی زینت رہے اگرچہ وہ احمدی نہ تھے مگر ہمارے سلسلے کے کام سے انھیں ہمیشہ محبت رہی گو افسوس ہے کہ بعض وقت ان کی اطلاع و علم کے بدون وکیل میں سلسلے کے خلاف مضامین بھی نکل گئے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جو آرٹیکل وکیل میں لکھا گیا تھا اس نے سب کی تلافی کر دی ایسے بے لاگ لوگ قوم کے لیئے مفید اور بابرکت وجود ہوتے ہیں وکیل اور وکیل ٹریڈنگ کمپنی اور انجمن ترقی تعلیم کے ذریعہ جو قومی کام انھوں نے کیا ہے وہ کبھی بھول نہیں سکتا اس وقت بجز اس کے کہ مرحوم کے لیئے دعائے مغفرت کریں اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کریں اور ہمارے اختیار میں کیا ہے شیخ صاحب نے اپنا ورثہ اخبار وکیل اور دو قومی کام (جو انھوں نے شروع کر رکھے تھے) چھوڑے ہیں انکی سرپرستی کرنا قوم کا فرض ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ شیخ صاحب کے ورثا وکیل کو قائم رکھنے کیلیئے کیا کرینگے مگر میرے خیال میں اگر لاہور کے اخبار ملت اور وکیل کو ملا کر "وکیل ملت" نام سے اسکو قائم رکھا جاوے اور شیخ غلام محمد کی بجائے مولوی شجاع اللہ صاحب کو جو پہلے بھی وکیل کے اڈیٹر عرصہ تک رہ چکے ہیں مینجنگ پروپرائٹر تجویز کر دیا جاوے تو خدا کے فضل سے وکیل اور ملت کا اتحاد بہتر نتیجہ پیدا کرنے کی امید رکھتا ہے وکیل کے اڈیٹوریل سٹاف یا موجودہ نظام میں کسی تبدیلی کی قطعاً ضرورت نہیں البتہ اس عہد میں وہ "وکیل ملت" کو روزانہ کی شکل میں بدل دیا جاوے کیونکہ مسلمانوں کے لیئے ایک بہترین روزانہ اخبار کی ضرورت بدستور موجود ہے موجودہ روزانہ اخبار جو کچھ بھی کام کر رہے ہوں وہ بجائے خود اچھا ہے مگر یہ ایک مسلم بات ہے کہ وہ بات جو قومی اخبار میں ہونی چاہیئے اسکی ضرورت ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ وارثان وکیل یا ملت کے اڈیٹر صاحبان کس نظر سے دیکھینگے لیکن میرے محض نیک نیتی سے ... یہ رائے لوگوں کے سامنے ...

اسلامی اوقاف اور متولی اوقاف

مندرجہ بالا عنوان سے ذیل کا مضمون معزز ہمعصر المشیر نے (جس کا اعلان الحکم میں دوسری جگہ درج ہے) نہایت قابلیت سے لکھا ہے جس کو میں نہایت عزت سے نقل کرتا ہوں - ایڈیٹر

دنیا میں جسقدر اہم اور وقیع چیزیں پائی جاتی ہیں - اور ان سے تعلقات دین و دنیا میں استناد و استدلال حاصل کیا جاتا ہے - ان میں سب سے زیادہ اہم و وقیع سب سے زبردست اور قوی - سب سے بہتر و مرجع خلائق - ہر طبقہ - ہر گروہ اور ہر فرقہ میں بلکہ حکومت و سلطنت کی عدالت عالیہ تک جو شے سمجھی جاتی ہے - اور جس پر دین و دنیا کے تمام امور موقوف ہوتے ہیں - وہ "انسانی نیت" ہے - نیت کے متعلقات میں جسقدر چیزیں داخل ہیں - ان کا شمار و احصار انسانی طاقت سے برتر و بالا ہے - مختصر یہ کہ دنیا و دین کا کوئی کام خواہ اس کا تعلق انسانی اعضا سے ہو یا اندرونی طاقت سے نیت کے اثر سے خالی نہیں -

نیت کا خیال اور نیت کا لحاظ جرائم کے ارتکابات افعال انسانی اعمال دین - اور تمدن و معاشرت کے تعلقات میں یکساں اور برابر کا ہے - اگر انسان کی نیت پاکیزہ ہے - دل میں خلوص ہے - تو ناروا ارتکابات - ناشائستہ حرکات کا صدور فعل اختیاری نہ سمجھا جائیگا - اور ایسا شخص جس نے اس قسم کے ارتکابات کئے ہوں - اپنے ضمیر کی پاکیزگی سے قابل عفو سمجھا جائیگا نیت انسانی زندگی کا وہ آلہ ہے - جس پر دین و دنیا کے تعلقات موقوف اور انسانی زندگی کا انحصار ہے اور جو انسانی حیثیت و حالت اور کیفیت میں آن کی آن میں انقلابات پیدا کر کے کچھ سے کچھ بنا دیتی ہے -

انسانی زندگی کی پاکیزگی اور ناپاکی کا حال اس کی نیت سے کیا جا سکتا ہے - اور نیت ہی وہ چیز ہے - جو اشیا کی حالت و حیثیت کو کچھ سے کچھ بنا دیتی ہے - حدیث مستند اور مشہور ہے -

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

یعنی اعمال (وافعال) کا دارومدار نیت پر ہے -

اسلام کے اس زریں مقولہ پر جسقدر جواہرات نثار کیئے جائیں بجا ہے - حقیقت میں نیت انسانی زندگی کی پالیسی کا صحیح ترجمان ہے - اور اسی خیال و لحاظ سے گورنمنٹ کی عدالتوں میں احکام کا نفاذ انسانی نیت پر موقوف رکھا گیا ہے - اور نیت ہی کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا ہے - اسلام میں جسقدر احکام ہیں - خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے - کم و بیش سب نیت پر موقوف ہیں - اور تمام کاموں میں اسلام نے نیت کو حکم ٹھہرایا ہے -

اسلام کے معاملات میں جن احکام کا تعلق خالص نیت سے ہے - وہ اگرچہ کثیر التعداد ہیں - لیکن ہم اس وقت صرف "مسئلہ وقف" پر ایک نظر ڈالتے ہیں -

"وقف" وہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو اپنے ملک سے نکال کر اللہ کو اُس کا مالک کر دے - اور نفع اُس کا جس شخص یا جس شے پر وقف کرنے والا چاہے خرچ کرے - جس وقت یہ معاملہ بجمیع شرائط

مراسلات

مرزا صاحب قادیانی کی گدی پر کوئی جھگڑا نہیں

بخدمت ایڈیٹر پرکاش

آپ پھاگن سمت ۱۹۶۸ میں یہ پڑھ کر کہ "اس گدی کی بابت آجکل مرزائیوں میں جھگڑا ہو رہا ہے" مجھے بڑا تعجب ہوا۔ میں کہ اس سلسلہ کے مرکز میں رہتا ہوں۔ اگر اس قسم کا کوئی جھگڑا ہوتا تو اس سے ناواقف نہیں رہ سکتا۔ یہ خبر آپ کو غلط پہنچی ہے اور الحکم کی عبارت سے اگر آپ نے ایسا استدلال کیا ہے۔ تو وہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ تمام احمدی جماعت یکزبان ہو کر اپنے قول و فعل سے مولانا نورالدین کو خلیفہ اول تسلیم کرتی ہے۔ اور کسی گوشۂ قلب میں ان کے خلاف کوئی بات نہیں اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ حضرت مرزا نے اپنے متبعین اور اپنے اہلبیت کے اندر ایثار و اطاعت کی وہ سپرٹ پھونک دی ہے۔ کہ موجودہ دنیا اس کی نظیر دینے سے عاجز ہے یہی وجہ ہے کہ سیدنا مرزا کے خلف الرشید جن کی قابلیت اور اثر سے ایڈیٹر پرکاش بھی لاعلم نہیں اس خلیفہ اول کے مخلص فرمانبرداروں میں سے ہیں اور اپنی اطاعت کے اس مقام پر ہیں کہ ہم لوگوں کو دیکھ دیکھ کر ندامت آتی ہے۔ کہ ہم بھی یہ مقام پالیں۔

عبداللہ تیماپوری کا جو ذکر آپ نے کیا ہے۔ وہ اپنی ذات میں صرف اکیلا شخص ہے۔ کوئی اس کا حامی و مددگار احمدیوں میں سے بالخصوص اس دعوی میں نہیں۔ ان کی دماغی حالت درست نہیں۔ اور وہ بیچارے معذور ہیں۔ اگر لاہور کے پاگل خانے کے کسی پاگل کا یہ کہنا کہ میں تخت کا حقدار ہوں اور میں موجودہ صاحب تخت کو معزول کرتا ہوں کچھ اثر رکھتا ہے۔ اور اس پر آپ یہ نوٹ شائع کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ کے تخت پر جھگڑا۔ تو تیماپوری کے پاگلانہ دعوی پر آپ کا یہ نوٹ شائع کرنا حق بجانب ہو سکتا ہے۔

باقی رہی خلیفۃ المسیح کی تقریر جو جلسہ سالانہ پر ہوئی اُسے آپ نہیں سمجھے۔ وہ تو مریدوں میں وحدت کی روح پھونکنے اور اُن کی مذہبی زندگی کو پُرجوش بنانے کے لئے اپنی شخصیت کا اظہار ہے۔ وہ کسی جھگڑے سے تعلق نہیں رکھتی۔

میں امید کرتا ہوں کہ پرکاش کے ایڈیٹر صاحب جن کے مذہب کے اصول میں سے حق کا اظہار بھی ہے ضرور میرے اس نوٹ کو درج کرکے اس غلط فہمی کی اصلاح کر دیں گے۔ جو اُن کی تحریر سے پھیلنے کا احتمال ہے +

(اکمل۔ قادیان)

دُنیا کا سب سے بڑا آدمی

انگلستان کے مشہور رسالہ ریویو آف ریویوز میں یورپ کے چیدہ و سنجیدہ فاضلوں کی مجموعی رائے دُنیا کے سب سے بڑے بیس آدمیوں کی نسبت چھاپی گئی ہے۔ جو یہ ہے:۔

شکسپیر	۲۱ رائیں	کولمبس	۱۶ رائیں
جولیس قیصر	۱۴ رائیں	گٹن برگ	۱۴ رائیں
نیوٹن	۱۴ رائیں	دانتی	۱۳ رائیں
ڈارون	۱۲ رائیں	سٹیفن	۱۱ رائیں
ہومر	۹ رائیں	مہاتما بدھ	۹ رائیں
ارسطو	۹ رائیں	مکائیل مصور	۹ رائیں
بنجمن فرنکلن	۹ رائیں	ابراہیم لنکن	۹ رائیں
حضرت موسیٰ	۸ رائیں	سقراط	۸ رائیں
سنیٹ پال	۸ رائیں	واٹ	۸ رائیں
کانفوشس	۷ رائیں	شارلیمین	۷ رائیں

ناظرین نے بہت افسوس کے ساتھ پڑھا ہوگا۔ کہ اس میں دُنیا کے سب سے بڑے یعنے سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ ہماری کوتاہی۔ کوتاہی قسمت نہیں سکوتاہی عمل و سعی۔ اسی ایک بات سے واضح ہے کہ ہم نے اسلام کا پیغام دُنیا میں کہاں تک پہنچایا؟ اور اپنے فرض سے کہاں تک سبکدوش ہوئے کیا سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کارنامے جو اس دُنیا کی مذہبی قومی۔ معاشرتی۔ ملکی اصلاحوں کے اعتبار سے کئے۔ ان بیس آدمیوں کی مجموعی کارروائی سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ضرور۔ مگر یہ لوگ مذہب سے محجوب ہیں۔ اور ہم نے اپنے سردار کے کارنامے ان کے کانوں تک پہنچائے نہیں۔

احمدی قوم! میں تجھ سے مخاطب ہوں تجھے صحابہؓ کی جانشینی کا دعوی ہے۔ اُٹھ۔ اور پورے جوش کے ساتھ اُٹھ کر اقطاع عالم میں پھیل خواب غفلت میں سونے والوں کو بیدار کرکے بتا دے کہ

دُنیا کا سب سے بڑا آدمی

ایک ہی ہے۔ جس کا نام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہی مبارک وجود ہے۔ جو کیا باعتبار بادشاہ اور کیا باعتبار مقنن اور کیا باعتبار حکم اور کیا باعتبار مصلح اور کیا باعتبار سائنسدان۔ اور کیا باعتبار فصیح و بلیغ ہونے کے خاتم کمالات انسانیت ہے۔

(اکمل۔ قادیان)

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ

ناظرین مولوی عبدالرحمن امام مسجد کچھی علاقہ تنبول

جو پہلے منافقانہ طور پر احمدی کہلاتا تھا۔ اب عرصہ چند ہفتہ سے مرتد ہو گیا ہے۔ اس سے تو ہم خوش ہیں کہ ایک منافق خود غرض احمدی جماعت سے الگ ہو گیا ہے۔ مگر اس نے ایک خناسانہ کارروائی یہ شروع کی ہے۔ کہ وہ اپنے ساتھ مجھے بھی شامل کرتا ہے۔ یعنے عوام کے سامنے کہتا ہے کہ میں نے احمدیت میں کچھ بھی نہ دیکھا اس لئے مرتد ہو گیا ہوں۔ مگر چونکہ عوام پر اس کے ارتداد کا کچھ اثر نہیں۔ اس لئے پھر یہ کہتا ہے کہ اگر احمدیت میں کچھ خوبی ہوتی تو محمد یمین احمدیت سے کیوں منحرف ہو کر مولوی عبداللہ چکڑالوی کا مرید بنتا وغیرہ من الهفوات اس کا مختصر جواب تو آئتہ عنوان کافی ہے۔ باقی کچھ یہ ہے کہ جب آپ احمدی ہی نہ تھے تو آپ کو احمدیت کی خوبیاں کیسے معلوم ہو سکتی تھیں۔ باقی میں نے جو کچھ احمدیت میں دیکھا ہے۔ وہ کوئی احمدیت کا دشمن دیکھ ہی نہیں سکتا۔ خواہ وہ اپنے مریدوں میں قطبیت یا غوثیت کا مدعی ہو۔ میں نے کئی بار رؤیا اور کشف میں خدا تعالیٰ کو دیکھا اور اس کا پاک کلام سُنا جو وعید اور بعض بشارات پر مشتمل تھا اور پھر اس کو پورا ہوتا بھی دیکھ لیا پھر میں نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار دیکھا اور اُن کا کلام سُنا اور پھر میں نے ملائکۃ اللہ کو دیکھا اور اُن کا کلام سُنا اور انہوں نے مجھے کھانے پینے کو ایسی غذا دی جس کا ذائقہ و اثر بعد بیداری کئی دن تک میری زبان اور جسم میں تھا اور اُن سب کا کلام مرزا صاحب کے دعاوی کی تصدیق اور تائید میں تھا۔ میں خدائے واحد لایزال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا صاحب نے خواجہ غلام فرید صاحب کو اپنے ایک منظوم خط میں یہ جو لکھا ہے ؎

ہر کہ در عہد من آمد جدا ۔ میکند بر نفس خود جور و جفا

بالکل سچ اور صحیح ہے۔ پھر میں کیوں اور کس لئے اپنے آپ پر ظلم کروں۔ اس دُنیا پر جو لاکھوں حکام اور عدالتیں ہیں اور سب عدالتوں میں دو یا چار معمولی انسانوں کی شہادتوں پر ہزاروں لاکھوں فیصلے ہوتے ہیں۔ پھر کیا میرے لئے خدا تعالیٰ کی شہادت اور پھر اُس کے رسولؐ کی شہادت اور پھر اُس کے ملائکہ کی شہادت بھی کافی نہ ہوگی۔ جو میں غلام احمدؑ کی اتباع سے منحرف ہو کر کسی اور کا پیرو بنوں گا۔ یہ تو مجھے عین الیقین سے معلوم ہو گیا ہے کہ مذہب کی پابندی کا جو نتیجہ ہوتا ہے یعنی خدا کو ملنا وہ تو احمدیت میں حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر دوسرے کی پیروی کس غرض کے لئے اختیار کی جاوے اور جس وجہ سے مولوی عبدالرحمن مجھے مولوی عبداللہ کا مرید ظاہر کرتا ہے اُس کی اصلی وجہ ایک یہ ہے کہ میرے پاس مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کا ترجمۃ القرآن ہے اور اس میں بعض آیات کا ترجمہ مجھے بہت پسند آیا ہے اور کئی موقعہ پر میں عوام میں اس کی تعریف کر دیتا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کبھی اہل حدیث سے اتفاق گفتگو ہوتا ہے۔ تو یہ بدبخت معارض قرآن روایات پیش کرتے ہیں۔ تو پھر جب اُن کی پیش کردہ روایات پر مولوی عبداللہ والے اعتراضات کر دیئے جاتے ہیں۔ تو پھر لاجواب ہو کر مجھے مولوی عبداللہ کا مرید یقین کر لیتے ہیں میں کہتا ہوں۔ اگر تمام دُنیا مولوی عبداللہ کی مرید ہو جائے تو ممکن ہے۔ مگر میں کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں مذہب اسلام کی پابندی کا ثمرہ یقین کرتا ہوں۔ اس کو مولوی عبداللہ ثمرہ سفاہت و جہالت یقین کرتا ہے سو دیکھو ترجمۃ القرآن پ ۲ صفحہ ۱۳۶۔ آئتہ وان تقولوا على الله ما لا تعلمون کا حاشیہ ۱ اور پارہ ۳ صفحہ ۱۵۰ وغیرہ مختلف مقامات پر۔

میں حیران ہوں کہ کشف اور الہام و رؤیا کے مدعی اکثر پابند صوم و صلوٰۃ متقی ہی لوگ ہوتے ہیں نہ کہ گمراہ تارک الصوم والصلوٰۃ وغیرہ پس اگر ثمرہ تقوی یہی شیطانی الہام و کشف ہوتے ہیں تو پھر انسان کو کیا ضرورت کہ ایسا کام کرے۔ جس سے ہر وقت شیطانی کلام سُنے اور شیطان ہی کو دیکھے۔ میں تو جس دن زیادہ عبادت کرتا ہوں۔ اُس دن زیادہ الہام و کشف ہوتے ہیں۔ کیا مولوی صاحب میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں عبادت الٰہی چھوڑ دوں۔ تاکہ بقول مولوی صاحب یہ شیطانی آوازیں نہ سنوں۔ میں الہامات کا منکر نہیں کہ الہام وغیرہ شیطانی نہیں ہوتے ہوتے ہیں۔ مگر رحمانی بھی تو ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ شیطان لعین تو اپنے دوستوں کو ملے بھی۔ اور اپنے مقدور کے موافق صحیح خبریں بھی سُنا دے مگر جس کا نام رحمان ہے۔ وہ تو کبھی عمر بھر نہ اپنے دوستوں کے سامنے ہو سکے۔ اور نہ اُن سے کوئی بات تک کر سکے۔ کیا انبیاء و رسل علیہم السلام کے سوا دُنیا پر کبھی کوئی خدا تعالیٰ کا دوست نہیں ہو سکتا جس کو خدا تعالیٰ اپنا آپ دکھائے یا اُس سے کلام کر سکے۔

کیا آیۃ ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله کا مصداق آدم سے لیکر تا ایں دم کوئی بھی پیدا نہیں ہوا۔ پھر اللہ انبیاء کے بھیجنے سے کیا فائدہ نکلا۔ فتدبر ؎

بریں فہم و دانش بباید گریست

راقم

محمد یمین احمدی از داتہ۔ مانسہرہ۔ ہزارہ

اب مسلمان کیا کریں؟

خدا کا شکر ہے۔ کہ اب ایک لہر چل پڑی ہے کہ مسلمان کو ان کے اصل مقصد سے آگاہ کیا جاوے۔ اور یہ فخر کی بات ہے۔ کہ اس گم گشتہ متاع کے یاد دلانے والے احمدی ہی ہیں۔ وللہ الحمد۔ معزز اخبار بدر نے اس موضوع پر ذیل کا قابل قدر مضمون لکھا ہے۔

آجکل اخبارات میں اس مسئلہ پر بحث چھڑی ہوئی ہے۔ کہ اب مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے۔ جس اخبار کو کھول کر دیکھو۔ اس میں ایڈیٹوریل اور کمیونیکیٹڈ یہی مضامین نکلے چلے آتے ہیں۔ روزانہ اخبار تو روز اپنا منصبی فرض اس مضمون پر پورا کر دیتے ہیں اور ہفتہ وار اپنا جوش ہر ہفتہ دکھلاتے ہیں۔ میں تو اخباروں کے پڑھنے کا بہت شوقین نہیں۔ مگر تبادلہ میں اخبار اخباروں کا آجاتا ہے۔ کچھ انگریزی اخبار بھی آتے ہیں۔ اور ایڈیٹری کے فرائض مجبور کرتے ہیں۔ کہ کچھ دیکھ لوں۔ تو جس اخبار کو ہاتھ لگاؤ۔ اس میں یہی قصہ بھرا پڑا نظر آتا ہے۔ اسلامی پریس تو خیر۔ ہندو پریس بھی اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اور اینگلو ورنیکلر پریس بھی اپنی رائے دے رہا ہے۔ کوئی صاحب کہتے ہیں کہ اب مسلمانوں کی پالیسی کیا ہو۔ کوئی یہ سرخی جماتے ہیں کہ اب مسلمانوں کی روش کیا ہونی چاہیئے۔ کوئی فرماتے ہیں۔ ہندوؤں سے مل جاؤ۔ کوئی کہتے ہیں۔ نہیں ہندوؤں سے نہ ملو۔ پر اُن کی طرح ایجی ٹیشن پھیلاؤ۔ کوئی نصیحت کرتے ہیں کہ نہیں نرمی اور محبت سے گورنمنٹ کے آگے اپنے عذرات پیش کرو۔ غرض جتنے مُنہ اتنی باتیں۔ مگر کسی سے یہ مسئلہ حل ہونے میں نہیں آتا۔

بدر کوئی پولیٹیکل پرچہ نہیں۔ نہ ہمیں پالی ٹیشن ہونے کا دعوے نہ ہم پالیسی قائم کرنے کے مدعی۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ کوئی ہنسے یا روئے۔ ہم تو صفائی اور سادگی سے عرض کر دیتے ہیں۔ کہ ہمیں اس فقرہ کے معنے ہی سمجھ میں نہیں آئے۔ کہ **اب مسلمان کیا کریں؟** کیا مسلمان اب کوئی جدید قوم بننے لگی ہے؟ کیا اسلام کسی نئے فرقے کا نام ہے؟ جس کے قواعد اور ضوابط ہنوز مرتب ہو رہے ہیں۔ اور اس کے بنانے والے چند کمزور انسان ہیں۔ جو آئے دن اڈٹوں اور کاری جنڈوں اور ترمیموں اور اصلاحوں کی بھرمار ہو رہی ہے۔ کیا اسلام کسی انسانی کونسل کی بنائی ہوئی تھیوری کا نام ہے۔ جو تثلیث کے ارنگے کی طرح آئے دن نئے پہلو بدلنے کا محتاج ہو۔ کیا ہمارا نام مسلمان رکھنے والے نے اپنی حکومت کسی ایسے نائب کے سپرد کر دی ہے۔ جس کے کئے ہوئے کو مٹانے کے واسطے مذہب کو دقتیں اٹھانی پڑیں؟ ہرگز نہیں۔ مسلمان کون ہیں؟ اور ان کو کیا کرنا چاہیئے؟ یہ سوال آج سے تیرہ سو سال قبل حل ہو چکا ہے۔ نہیں بلکہ ابتدائے آفرینش بنی نوع کے وقت ہی یہ مسئلہ طے ہو گیا تھا۔ اسجدوا۔ فسجدوا کے عمل نے دکھلایا ہے کہ مسلمان کیا کریں۔ پھر ابو الانبیاء علیہ البرکات کو حکم ہوا۔ اسلم۔ فوراً جواب دیا۔ اسلمت۔ جس نے مسلمانوں کی قوم بنائی اُس نے ان کے نام کے ساتھ ان کی پالیسی رکھدی (بشرطیکہ یہ لفظ پالیسی کا ایسی پاک جگہ استعمال کرنا جائز ہو) مسلمانوں کا کام ہے۔ اسلمت کہنا۔ فرمانبرداری کرنا۔ اطاعت کرنا۔ کس کی؟ خدا کی۔ اُس کے رسول کی۔ امیر کی۔ قسام ازل نے ہمارا نام ابتدا سے مسلم رکھا ہے۔ ہمارا کام ہے کہ سلامتی کو پھیلانا۔ امن کو قائم کرنا۔ حکام کی اطاعت کرنا۔ اپنے امیر کی فرمانبرداری کرنا۔ اسی کا نام مسلمان ہے اور یہی مسلمان کا کام ہے۔

مسلمانو! تم غیر قوموں کی طرف نگاہ دوڑاتے ہو۔ اور ان کے پیچھے چلنا چاہتے ہو۔ اور اپنے ہادی کی ہدایت چھوڑتے ہو اس واسطے تمہیں نہ وہ حاصل نہ یہ حاصل۔ تم اپنی خوبیوں کو ترک کرتے ہو۔ اور دوسروں پر حسد کرتے ہو۔ پس تمہیں نہ یہ ملتا ہے اور نہ وہ۔ سوچو۔ اور غور کرو۔ کہ ابتدا سے خدا نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ عرب کے ملک میں تمہاری کیا تعداد تھی۔ اور اس تعداد کی کیا ہستی تھی۔ دُنیا کی کونسی قوم تھی جو تمہیں مہذب خیال کرتی تھی۔ پھر تُم دُنیا بھر کے فاتح بنے۔ اور اُن کو تہذیب سکھلانے والے ہوئے۔ بتلاؤ۔ اس وقت کونسا ہتھیار تمہارے ہاتھ میں تھا۔ تمہیں یاد نہ ہو۔ تو میں بتلاؤں۔ کہ وہ

اِسلام

تھا۔ جس نے ساری دُنیا کو تمہارے آگے نیچا دکھایا اور وہ مسلمان تھے۔ جو چین سے اسپین تک پھیل گئے۔ اور کوئی انہیں روکنے والا نہ ہوا۔ ہمارے اولوالعزم طبیب پر تم جھنجھلائے۔ جب اُس نے تمہیں کہا۔ کہ تُم میں سے اسلامی روح نکل گئی۔ اور یہ میت اب تو دہ خاک ہے۔ اس پر نہ اتراؤ۔ طبیب کی بات تو تلخ لگی۔ پھر اب تو تمہارے ہی گھر سے نوحہ خوانوں کی آوازیں آنے لگ گئی ہیں۔ کہ ہائے اسلام۔ ہائے مسلمان۔ ہر اخبار یہی رونا رونے لگ گیا ہے۔ کہ مسلمان کہاں ہے۔ علیگڈھ کے دانا پیر مرد نے تو مدت ہوئی۔ اس میت کا جنازہ بھی پڑھنے کی طرف قوم کو متوجہ کیا تھا۔ مگر اب تو چاروں طرف سے ہائے دُھائی مچ گئی ہے۔ خواجہ ہمدرد تو بہتیری تشفی دیتے ہیں۔ کہ جو نام زندے کا تھا۔ وہی نام اس مرحوم کی میت کا ہے۔ مگر یہ تسلی کب تک کام دیگی۔ اور اس لاشے کو کہاں تک کوئی سنبھالے گا۔ پس سوچو۔ اور غور کرو۔ اور خدا کے بنو۔ اور اُس اسلامی روح کو خدا سے مانگو۔ اگر وُہ تمہیں مل جائے۔ تو پھر تم حاکم ہو یا محکوم۔ ہر دو حالتوں میں تمہارے لئے بہشت یہاں موجود ہے۔

مسلمان کریں۔ اس کا جواب آسان ہے۔ کہ وہ

مسلمان بنیں

خدا کے مسلمان بنیں۔ اُس کے رسولوں کے مسلمان بنیں۔ اس کی کتابوں کے مسلمان بنیں۔ حکام وقت کے مسلمان بنیں۔ اپنے اہل ملک کے لئے مسلمان بنیں۔ خود مسلمان بنیں۔ اور دوسروں کو مسلمان بنائیں۔ تیر سے نہیں۔ بندوق سے نہیں۔ توپ سے نہیں بلکہ اپنے حسن اخلاق سے۔ اپنے نیک نمونے سے۔ اپنی دُعاؤں سے۔ اگر غیر قوموں نے تمہارے ملکوں کو فتح کیا ہے۔ تو تُم اُن کے دلوں کو فتح کرو۔ اُن کی فتح بھی تمہاری ہی فتح ہو جائیگی۔

جس راہ پر غیر قومیں ترقی کر رہی ہیں۔ وہ تم سے اتنا دور آگے نکل چکی ہیں۔ کہ تم اب ہزار بھاگو۔ اور دوڑو۔ اور دوڑتے دوڑتے مرجاؤ۔ تب بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ ہاں خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک قریب کی راہ بنائی ہے۔ جس سے وہ قومیں بے خبر ہیں۔ تم اس راہ کو اختیار کرو۔ اپنے رب کو راضی کرلو۔ پھر کوئی نقصان نہیں کوئی کمی نہیں۔ کوئی خسران نہیں۔

ہمارے ایک فاضل دوست ہیں۔ جو دراصل ملک عرب کے باشندے ہیں۔ ایک مدت تک ایران کی سیر بھی کر چکے ہیں۔ اور اب ایک عرصے سے ہندوستان میں مقیم ہیں۔ ان سے جب کبھی ایران اور عرب کی کمزوریوں کا ذکر آتا۔ تو وہ بڑے وثوق سے فرمایا کرتے کہ ایران میں اتنے کروڑ آدمی ہے۔ اور عرب میں اتنے کروڑ آدمی ہے۔ وہ بڑے طاقتور ہیں۔ ان کا بچہ بچہ سپاہی ہے۔ وہ سارا ملک لشکر ہے۔ اس کی کیا مجال جو اس کی طرف نگاہ کر سکے اور کسی اور قوم کی کیا طاقت ہے۔ جو ان ملکوں کو فتح کر سکے۔ یہ وہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب ایک عرصہ ہندوستان میں رہ کر قوموں کے موجودہ پولیٹیکل حالات سے ان کو آگاہی ہوئی۔ اور طرابلس و ایران میں جو مسلمانوں کا حال ہو رہا ہے۔ وہ انہوں نے پڑھا۔ تو پہلے تو انہیں بہت جوش ہوا۔ کہ قوم کی موت کے بعد جینا بے سود ہے۔ وہ اُٹھے اور تیار ہوئے۔ کہ وہ ان ملکوں میں جائیں اور اپنی جان قربان کر دیں۔ لیکن جب انہیں سمجھایا گیا کہ اس سے قوم کو یا انہیں کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اور نیز راہ کے مشکلات سے ان کو آگاہی دی گئی۔ اور یورپ کی موجودہ طاقت کا نقشہ اُن کے آگے کھینچا گیا۔ تو وہ ایک گہرے فکر میں مستغرق ہوئے۔ اور بہت دنوں کی سوچ بچار کے بعد یہ بات اُن کے دماغ میں آئی۔ کہ ہم یورپ کا مقابلہ جسمانی نہیں کر سکتے۔ ہمیں چاہیئے کہ اُن کی روحوں کو فتح کریں۔ اور انگلینڈ جا کر انگریزی سیکھیں اور پھر وہاں انگریزوں کو اسلام کی تبلیغ کریں۔ جب انگریز اس روحانیت سے مالا مال ہو جائیں گے۔ تو تمام مسلمانوں کی مشکلات خود بخود رفع ہو جائینگی۔ عرب لوگ جوشیلے ہوتے ہیں۔ وہ اس خیال کو پکڑ کر چل ہی پڑنے کو تھے۔ مگر بعض بزرگ دوستوں کے سمجھانے پر کہ وہ اس کام کے لئے موزون نہیں ہیں۔ رک گئے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ ان کی نیت بہت نیک تھی۔ اور ان کی فکر نے ایک بہت عمیق اور قابل قدر بات پیدا کی ہے۔

اگر یورپ کو خدا مسلمان ہونے کی توفیق دے دے تو مسلمان کسی ایسی قوم کا نام نہیں۔ جس میں دوسرا شامل نہ ہو سکے۔ یہ ایک وسیع برادری ہے۔ کوئی شخص کسی مذہب و ملت کا ہو۔ کسی ملک و ولایت سے آیا ہو۔ جب وہ مسلمان ہوا۔ وہ ہمارا بھائی ہے۔ ہماری مساجد یسوعی گرجوں کی طرح گوروں اور کالوں کے لئے علیحدہ نہیں۔ ہمارے معبد ہندو مندروں کی طرح ہر ذات کے واسطے جُدا بُت نہیں رکھتے۔ ہماری عبادت گاہیں ریل گاڑی کے کمروں کی طرح ہائی اور لو کی تمیز نہیں رکھتیں۔ وہاں شاہ و گدا ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ جیل کی طرح مسجد کی سیڑھیاں زیر و نہیں کی جاتیں۔ ہاں خدا دلوں کو جاننے والا ہر شخص کے ساتھ اُس کی قلبی حالت کے مطابق نیک سلوک کرتا ہے اور وہ علام الغیوب ہے۔ غرض مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے۔ اس کا یہی جواب ہے کہ انہیں مسلمان بننا چاہیئے اور دوسروں کو مسلمان بنانا چاہیئے۔ حضرت مرحوم فرماتے ہیں ؎

از رہِ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
بازچوں آئید بیائید ہم ازیں رہ بالیقین

ہمیں اس خبر کے معلوم ہونے سے بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے

معزز احباب لاہور نے اس قسم کے مضامین پر روشنی ڈالنے کے واسطے لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس کا نوٹس اسی اخبار میں دوسری جگہ درج ہے۔ امید ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں بہت کامیابی ہوگی۔ اور بھٹکنے والے ایک سیدھی راہ کو پالیں گے۔ اور ڈگمگانے اور لڑکھڑانے سے بچ جائینگے۔ مناسب ہوگا کہ دوسرے شہروں میں بھی ایسے لیکچر دیئے جائیں۔ اور پیاسوں کو سیراب کیا جاوے۔"

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا میں مذہب اسلام کے متعلق ایک آرٹیکل ہے جس میں سچائی سے اپنی رائے کا اظہار کیا گیا ہے وہ البتہ انصاف پر مبنی ہے۔ لکھا ہے کہ

"مذہب اسلام کا وہ حصہ جس میں بہت کم تغیر و تبدّل ہوا ہے۔ نہائت کامل اور روشن حصہ ہے اس سے ہماری مراد قرآن مجید ہے [ایڈیٹر الحکم۔ مصنّف سائیکلوپیڈیا کی یہ صریح غلطی ہے۔ قرآن مجید میں کبھی کوئی تغیر و تبدّل نہیں ہوا۔ بلکہ وہ اکیلی ہی دُنیا میں محفوظ کتاب ہے۔] جس میں ناانصافی۔ کذب و غرور۔ انتقام غیبت۔ استہزار۔ طمع۔ اصراف۔ عیاشی۔ بے اعتباری۔ بدگمانی وغیرہ امور کو قابل ملامت بیان کیا گیا ہے۔ اور نیک نیتی۔ فیاضی۔ حیا تحمل۔ صبر۔ بردباری۔ کفائت شعاری۔ راستبازی۔ ادب۔ صلح سچی محبّت اور سب سے پہلے خدا پر ایمان لانے۔ اور اُس کی مرضی پر توکل کرنے کو سچی ایمانداری کا رکن اور سچّے مسلمان ہونے کی نشانی خیال کی گئی ہے۔" افسوس ہے ہم جیسے مسلمانوں پر کہ چیمبرز انسائکلوپیڈیا کا عیسائی مصنّف تو اسلام کی نسبت اپنی یہ رائے ظاہر کرے۔ اور ہم ہیں۔ کہ اسلام کے دستور العمل کو تقویم پارینہ خیال کئے بیٹھے ہیں ؎

ببیں تفاوت راہ از کجاست بہ کجا

حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ جب تک ہم اسلام کے سچّے پیرو نہ بنیں گے اور کلام الٰہی کی پاکیزہ تعلیم سے فائدہ اُٹھانے اور اُس پر عمل کرنے کی طرف توجہ نہ کریں گے۔ سچّے مسلمان نہیں بن سکتے۔ اور ہمارا دعویٰ اسلام ان باتوں کی عدم موجودگی میں برعکس نہند نام زنگی کافور کے مصداق ہوگا۔

ایک دوسرے مقام پر یہی مصنّف لکھتا ہے۔ کہ "اسلام نے یورپ میں علوم و فنون کو ترقی دی۔ نویں صدی سے تیرہویں صدی تک یورپ کو مسلمانوں نے مہذّب بنانے میں کوشش کی۔ اور اُس کو جامۂ تہذیب پہنایا۔ قدیم علم ادب اگر مسلمانو کے محفوظ ہاتھوں میں نہ پہنچتا۔ تو آج مفقود نظر آتا۔ عربی فلسفہ۔ قدرتی چیزوں کی تاریخ۔ جغرافیہ اور علم تاریخ۔ صرف نحو علم کلام کی کتب کا بیشتر ذخیرہ مسلمانوں کی اعلیٰ قابلیت سے آج نظر آرہا ہے۔ اور ہمیشہ اس کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہیگا"

یورپین نکتہ خیال سے اس رائے کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ کہ وہ آج اُن علوم میں سے جن کی نسبت یورپین مصنّف کا خیال ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کی زبردست قابلیت کی وجہ سے اشاعت پذیر ہوئے۔ اور ہمیشہ رہیں گے۔ کتنے علوم کے جامع ہیں۔ اور ہم اُن کی حفاظت و اشاعت میں کس کوشش سے کام لے رہے ہیں۔ مسلمانوں کی تباہی کا بڑا سبب یہی ہے۔ کہ وہ اپنے کمال کو اپنے ہاتھوں سے کھو چکے ہیں اور دن بدن وہ علوم ہمارے ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہیں۔ جو ہمارا مایۂ ناز ہے۔

کاش مسلمان اب بھی توجہ کریں اور اپنی علمی و مذہبی درسگاہوں کو مدد دے کر اور اپنے بچوں کو اُن میں تعلیم کے لئے بھیجکر اپنے علوم کو محفوظ رکھیں۔ (المشیر)

پنجاب میں عیسوی مذہب کی اشاعت کے متعلق جن قوی وسائل اور کوشش سے کام لیا جا رہا ہے۔ اُس کا اندازہ ہمعصر ہندو کی حسب ذیل تحریر سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ حسب ذیل ہے۔

سالگذشتہ پنجاب کی بائیبل سوسائٹی کے علاقہ میں بائیبل کی (۱۷۲۵۹۱) جلدیں شائع ہوئیں۔ دس سال قبل یہ تعداد (۷۰۲۹۷) تھی۔ گورمکھی زبان میں زبور و امثال کی نظر ثانی کا کام گذشتہ بارہ ماہ میں برابر جاری رہا۔ عہدنامہ جدید کا ترجمہ فارسی و پنجابی میں اختتام کو پہنچا۔ جس کو دیہاتی عیسائی کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ شاخ پنجاب نے ختم شدہ سال میں (۲۱۹۸) بائیبلیں (۳۷۳۰) عہدنامے۔ (۶۸۹۰۳) صحف سماویہ طبع کیں۔ جن کی مجموعی میزان (۷۴۸۳۱) نسخہ ہوتی ہے۔ گذشتہ سال میں یہ تعداد (۷۱۸۱۲) اور ۱۹۱۰ء میں (۵۹۸۰۴) مجموعی طبع شدہ کتابوں کی تھی۔ اس کے علاوہ (۹۸۶۰۵) کاپیاں ہندوستان کی دوسری شاخوں اور لندن کو بھیجی گئی ہیں"

معزز ہمدردانِ اسلام کا یہ حال ہے کہ اُس مذہب کی اشاعت و کوشش کا جو تقریباً ڈیڑھ صدی سے ہندوستان میں آیا ہے۔ کہ دُنیا بھر میں اس کی اشاعت کے مؤثر گر متین طریقہ سے کام لیا جا رہا ہے۔ اور ہمدردانِ عیسویت اشاعت مذہب میں جان و مال سے کوشش کر رہے ہیں۔ اور اسلام ہے کہ باوجود عرصہ دراز سے ہندوستان میں موجود رہنے کے ابتک محدود طریقہ پر جاری ہے۔

ہمدردانِ اسلام کے لئے یہ امر کسقدر تاسف انگیز ہے کہ مسلمان اپنی قوت مذہبی و قومی کو ناگوار اختلافات میں خرچ کرتے ہوئے اسلام کو کمزور و ضعیف بنا رہے ہیں۔ کاش اہم عیسویت سے سبق حاصل کریں اور اشاعت مذہب میں مؤثر و متین طریقہ سے کام لیں۔ کلام اللہ المجید کی اشاعت معقول طریقہ پر کریں۔ اور اُس پر عمل کرنے اور اُس کے احکام کو پھیلانے میں ساعی رہیں۔ اگر اشاعت اسلام کا یہی ڈھنگ رہا اور سرعت کے ساتھ اس کی رفتار بڑھانے میں کوشش نہ کی گئی۔ تو خیال کیا جاتا ہے کہ عنقریب اسلام پر دوسرے وہ مذاہب غالب آجائیں۔ جن کی ہستی نہائت کمزور ہے۔ المشیر

ہمعصر وکیل نے اپنی تازہ اشاعت کے ایڈیٹوریل کالموں میں ریاست حیدرآباد کے ایک حیرت انگیز انقلاب کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ بیان کرتا ہے۔ کہ ریاست حیدرآباد ہندوستان کا سیاسی مرکز ہے۔ تو بلدہ حیدرآباد بھی صحیح معنوں میں ریاست کا مرکز ہے۔ اور یہ وہ امر ہے۔ جس نے اسلام کے نہائت زبردست حریف عیسائیت کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے۔

ایک خاص اسلامی ریاست میں مذہب کا لامذہبی کے ہاتھوں برباد ہونا سخت حیرت انگیز ہے۔ اگر غیر ہماری کمزوری اور لامذہبی کی حالت سے فائدہ اُٹھائیں۔ تو اُن کا کچھ قصور نہیں سمجھے۔ مسیحی مشنری مختلف رنگوں میں بلدہ حیدرآباد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اب وہ پلو پوری جمعیت کے ساتھ حضور نظام کے صدر مقام حیدرآباد میں ڈیرے ڈالنے والے ہیں۔ آجتک اُنہیں کیا کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس کا بیان ریورنڈ جی۔ ای براؤن صاحب کی زبان سے حسب ذیل ہے۔

"کرسچین مشنری سوسائٹی طلبا میں تبلیغ عیسائیت کے کام کو خاص اہمیت دے رہی ہے۔ طلبا بائیبل کی جماعتوں میں شریک ہوتے ہیں۔ اور خوشی سے انجیل مقدس ہاتھوں میں لئے ہوئے مشنریوں سے ملتے ہیں۔ جن لوگوں کو ہم نے عیسائی بنایا ہے۔ اُن کی تعداد اگرچہ پچاس ساٹھ سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن وہ اعلیٰ خاندانوں کے ہیں۔ یسوع کی بادشاہی رفتہ رفتہ بڑھ رہی ہے"

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست میں اسلام کس حالت میں ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مسلمان یا تو عیسائی کی بادشاہی میں آجائیں گے یا دہریت میں مبتلا ہوجائیں گے۔ آج عیسائی روئے زمین کے تمام اقطاع و جوانب میں (خدانخواستہ) اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے درپے ہیں اور وہ جہاں موقع دیکھتے ہیں۔ فوراً اپنے مطلب برآری کی کوشش کرتے ہیں۔ ریاست حیدرآباد میں آج یہ موقع پیش ہے۔ اور عیسائیت اپنا کام کر رہی ہے۔ مسیحی مشنریوں کے دندان آز تیز ہو رہے ہیں اُن میں ہمت ہے وسعت ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اُنہیں ہر قسم کے وسائل حاصل ہیں۔

کیا محبان قوم اور حامیان ملت بیضا کا یہ فرض نہیں ہے۔ کہ وہ موقع اور مصلحت کو پہچانیں۔ انقلابات زمانہ کو چشم بصیرت سے دیکھیں اور مخالفوں کی کوششوں کو مدنظر رکھیں۔ اور اپنے بھائیوں کو جو بوجہ جہالت یا بوجہ نادانی کے صراط مستقیم سے برگشتہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اسلام کے مرکز پر لائیں۔ افسوس ہے کہ ہندوستان میں سیکڑوں انجمنیں اور مدعی اشاعت اسلام بزرگ موجود ہیں لیکن وہ موقع و مصلحت کو نہیں دیکھتے ضرورت وقت سے ناآشنا ہیں۔ اور مخالفین اسلام کے طریقہ کو مدنظر نہیں رکھتے۔ کاش یہ لوگ مستعدی سے کام لیں۔ اور دلسوزی کے ساتھ اپنے دعوؤں کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف ہوں۔

ہمدردانِ اسلام اب غفلت کا وقت گذر چکا ہے۔ خدا کے لئے بیدار ہو۔ اور مخالفین اسلام کی چالوں کو غور سے دیکھکر اگر اسلام سے تمہیں کچھ محبّت ہے۔ تو بچانے کی کوشش کرو۔ ورنہ تمہاری بے پرواہی ایک دن تمہیں برباد و تباہ کرکے چھوڑے گی۔ (اہل حدیث)

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

حروب صلیبی کے تذکروں میں متعصب مورخین نے دروغ بافیوں کی انتہا کردی۔ بارے انگلستان کی ایک روشن خیال جماعت نے واقعات کے چہرہ سے پردہ اُٹھانے کے لئے ایک منصفانہ رسالہ لکھکر مسلمانوں پر احسان کیا۔ جس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

الناظر

میں شائع ہوتا ہے۔ جو صرف عہ سالانہ میں اعلیٰ درجہ کے علمی

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا خاتمہ

عنوان بالا سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مولوی صاحب کی عمر یا زندگی کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ جس پر لوگ "خس کم جہاں پاک" کا نعرہ بلند کرنے لگیں ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ قانون خداوندی ویمدھم فی طغیانھم یعمھون پر نظر ڈالنے سے ابھی ایسی توقع نہیں۔ اہلحدیث ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ کالم ۲۔ بلکہ خاتمہ سے مراد ہماری احمدیوں کے ساتھ ثنائی مباحثات کا خاتمہ ہے۔ جس کو امرتسری ایڈیٹر اہلحدیث "روغن بادام" بتاکر مرکزی نکتہ پر آگئے ہیں۔ چنانچہ اخبار اہلحدیث مورخہ ۹ فروری سنہ حال میں وہ لکھتے ہیں :-

"مرزا صاحب کو خدا نے الہام کیا کہ امت مرحومہ کو ایک واضح رستہ دکھلاؤ۔ تاکہ یہ بیچارے زیادہ دیر تک ابتلا میں نہ رہیں۔ اس لئے مرزا صاحب نے بحکم خداوندی ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا۔ جس کا نام انہوں نے از خود رکھا "آخری فیصلہ" وہ کیا تھا؟ مرزا صاحب نے لکھا۔

"خداوندا! ہم دونوں (مولوی ثناء اللہ و مرزا) میں سے جو جھوٹا ہے۔ وہ سچے کی زندگی میں مرجائے خدا نے الہامی طور پر جواب دیا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان یعنے میں نے تمہاری مرزا صاحب کی دعا قبول فرمالی (مضمون بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

اب تنقیح طلب یہ صرف یہ بات ہے کہ آیا یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ مرزا صاحب کے مرید (مگر ضدی) کہتے ہیں نہیں قبول ہوئی۔ ہم کہتے ہیں۔ ضرور قبول ہوئی۔ یعنے خدا نے سچے کی زندگی میں جھوٹے کو اُٹھا لیا۔ کیونکہ مرزا صاحب کو اس سے پہلے ایک الہام ہوچکا تھا اجیب کل دعائک میں (خدا) تیری سب دعائیں قبول کرتا ہوں۔ یہ ہے مرزائی مناظرہ کا "روغن بادام" یا مرکزی نقطہ۔ ہمارے دوست اس مرکزی نقطہ کو جسقدر مضبوط پکڑینگے۔ اسی قدر جلدی فتیاب ہونگے۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا" بلفظہٖ ص۵ و ۶

اس کے علاوہ اہل حدیث مورخہ ۲ فروری سنہ رواں میں یوں رقمطراز ہیں کہ

"اس فیصلہ کے اعلان جس کے ذکر کئے بغیر ہی مرزا صاحب کے مریدوں کو تصور آجاتا ہے۔ جس کا عنوان تھا "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" جس میں صاف مرقوم تھا۔ کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ جس کو بدر مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں الہام خداوندی سے قبولیت کا وعدہ بتلایا تھا۔ چونکہ یہ واقعات صحیحہ مرزا صاحب کی نبوت کی منافی ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب صادق نہیں ص۱۲"

اسی طرح کے سوال اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۲۸ء میں کرکے جواب مانگا ہے کہ

اب ہمارا یہی حق ہے کہ کچھ پوچھیں۔ امید ہے وہ (منگیری نامہ نگار بدر) یا اس کا کوئی دوست مددگار ہماری طرح ٹھنڈے دل سے جواب دیں گے۔

(۱) جناب مرزا صاحب نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو یہ دعا شائع کی تھی کہ ہم دونوں (مرزا صاحب اور خاکسار) میں سے جو جھوٹا ہے۔ وہ سچے کی زندگی میں مرے "

(۲) مرزا صاحب کو عام طور پر خدائے ذوالجلال نے فرمایا تھا یا نہیں کہ اجیب کل دعائک الا فی شرکائک میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا۔ سوا اس کے جو تیرے قریبی رشتہ داروں کے حق میں ہوگی "

(۳) خاص اس معاملہ میں یعنے ۱۵۔ اپریل کی دعا کے متعلق خدا نے قبولیت کا وعدہ کیا تھا یا نہیں؟

غرضکہ ہر ایک اخبار اور کتاب میں مولوی صاحب امرتسری اور نیز اُن کے دام افتادہ اسی بے سرے راگ کو گائے جاتے ہیں۔ دیکھو اہلحدیث مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۲۸ء صفحہ ۳ و ۱۴۔ اگست ۱۹۲۸ء ص۹ و مرقع اگست ۱۹۲۸ء ص۱۱ و ۲۶ و مرقع اکتوبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۲۸ و ۳۰ و رسالہ دعاء مرزا ص۵ وغیرہ وغیرہ۔ الحمد للہ کہ مولوی صاحب امرتسری نے اس معقول اور آسان راہ کو جو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے صدق و کذب کی معیار تھی "روغن بادام" اور مرکزی نقطہ قرار دیکر تمام مباحثات کا خاتمہ کردیا۔ ہم نے بھی خدا کے فضل سے رسالہ احمدی میں اسی بحث کو اس قدر صاف کردیا ہے۔ کہ اس سے پہلے وہ اتنی صاف نہ ہوئی ہوگی کوئی اعتراض مخالف جماعت کا اس بحث کے متعلق نہیں چھوڑا جس کا قلع قمع نہ کردیا ہو۔ مگر چونکہ وہ رسالہ ہنوز زیر طبع ہے۔ جو شائد ماہ اپریل کے شروع میں شائع ہوگا۔ اس لئے مناسب سمجھا کہ مولوی صاحب امرتسری کی بیقراری اور اضطراب کو جلدی ہی رفع کرکے آپ کو راہ حق و صواب دکھایا جاوے۔ بنا بریں ہم محض خدا کے فضل پر بھروسہ کرکے اور اُسی کی عطا کردہ نصرت سے نہائت دلیری اور جرأت کے ساتھ

مولوی ثناء اللہ صاحب کو چیلنج

کرتے ہیں کہ اس "روغن بادام" یا مرکزی نقطہ پر اس عاجز کے ساتھ بشرائط ذیل مباحثہ کرلیں۔ اگر اس مباحثہ میں مولوی صاحب نے اپنے دعاوی متذکرہ صدر ثابت کردیئے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مسیح علیہ السلام نے دیا تھا۔

(۲) خدا نے دعا مندرجہ اشتہار کی قبولیت کا الہام کردیا تھا۔

(۳) احمدی مرزا صاحب کی دعا کو قبول شدہ نہیں مانتے۔

تو میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں۔ کہ آپ کو اس دعوٰی میں صادق مان لوں گا اور حسب موقعہ کچھ نقد بھی جس کی تعداد

یک صد روپیہ ہوگی

بطور یادگار فتح آپ کو اسی جلسہ میں بلا عذر پیش کردونگا جس کو مباحثہ سے پہلے بتراضی فریقین کسی شخص کے پاس امانت رکھدیا جائیگا اب اگر میں اس سے تخلف کروں۔ تو لعنت اللہ علی الکاذبین کا مورد بنوں۔ اور اگر آپ اس سے کوئی راہ گریز اختیار کریں۔ تو آپ بھی اسی آئت کے وعید میں داخل ہوں گے۔ اور شرائط مباحثہ یہ ہیں جن میں فریقین کا نفع و نقصان مساوی ہے۔

(۱) یہ مباحثہ نہ دہلی میں نہ امرتسر میں بلکہ ان دونوں شہروں کے درمیان جو شہر ہو اُس میں ہوگا۔ اور میرے خیال میں وہ لدھیانہ ہے اور محفوظ مکان ہوگا۔ جہاں عوام الناس داخل نہ ہوسکیں

(۲) مباحثہ بجز اس "روغن بادام یا مرکزی نقطہ" کے کسی دیگر مسئلہ میں نہ ہوگا۔

(۳) حاضرین میں فریقین کی تعداد مساوی ہوگی۔ کم و بیش نہیں۔ اور یہ تعداد سو سو سے کم نہ ہو۔ نہ یادہ جسقدر ہوجائے تو مضائقہ نہیں۔ مگر ہونگی برابر برابر۔

(۴) مباحثہ تحریری ہوگا۔ جیسا کہ آپ نے مولوی احمد رضا بریلوی کے ساتھ تحریری مباحثہ منظور کیا تھا۔ دیکھو اپنا دستخطی معاہدہ مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۲۹۔ اپریل و ۶ مئی ۱۹۱۹ء ص۲

(۵) فریقین کا ایک ایک میر مجلس ہوگا جو اپنے اپنے فریق کی طرف سے تحریری طور پر حفظ امن کا ذمہ وار ہوگا۔

(۶) ایک ثالث علاوہ ان دو میر مجلسان کے ہوگا جس کا تقرر برضامندی فریقین ہو۔ اور ضروری ہوگا کہ وہ اگر مسلمان ہے تو خدا کی قسم کھا کر اپنا تحریری فیصلہ بحث کے خاتمہ پر لکھیگا اور اس فیصلہ پر مناظرین اور فریقین کے میر مجلسان کے دستخط بھی ہوں گے۔ اگر باتفاق میر مجلسان ثالث ایک ہی مضمون کا فیصلہ ہؤا تو فریقین کو تسلیم کرنا ہوگا۔ بصورت اختلاف کثرت رائے کو ترجیح ہوگی یعنی جس میر مجلس کے ساتھ ثالث کی رائے متفق ہوجاوے۔ وہ فیصلہ بھی قابل تسلیم ہوگا۔ میر مجلسان کو بھی خدا کی قسم کھاکر فیصلہ پر دستخط یا مباحثہ کے متعلق کسی تحریری رائے کے دینے کا حق ہوگا۔ جو رائے مباحثہ کے متعلق بغیر خدا کی قسم کے کوئی ثالث یا میر مجلس دیگا۔ وہ قابل وقعت نہ ہوگی انہی کے فیصلہ پر وہ سو روپیہ کی رقم دی یا واپس لی جائیگی

(۷) ہر ایک تحریر کی نقل بدستخط خود و تصدیق میر مجلسان فریق مقابل کو دی جاویگی۔ جس کی صرف نقل کرنے کے لئے ایک ایک مددگار ہونا چاہیئے۔

(۸) ہر ایک پرچہ بعد تحریر جواب سامعین کو مجیب ہی خود پڑھ کر سنائیگا۔ بعد ازاں حوالہ فریق ثانی بغرض تحریر جواب بجواب کیا جائیگا۔

(۹) جس کا پہلا پرچہ ہوگا اُسی کا آخری پرچہ ہوگا۔

(۱۰) اس بحث میں تعداد پرچوں کی صرف پانچ ہوگی۔ مدعی کے تین منکر کے دو پرچے ہونگے۔

(۱۱) اس بحث میں آپ مدعی ہوں گے۔ کیونکہ آپ کا دعوٰی ہے کہ مرزا صاحب علیہ السلام کا اشتہار مورخہ ۱۵۔ اپریل بحکم خداوندی تھا۔ اور اس کی قبولیت کا منجانب اللہ الہام بھی ہوچکا تھا۔ اور ہم اس کے منکر ہیں کہ نہ وہ اشتہار بحکم خداوندی تھا۔ نہ اس کی قبولیت کا کوئی الہام ہوا تھا۔ اس لئے بار ثبوت آپ کے ذمہ ہوگا۔

(۱۲) تقرر مکان مباحثہ و تاریخ مباحثہ و وقت مباحثہ و وقت تحریر بتراضی فریقین ہوگا۔

(۱۳) کسی زبانی گفتگو کرنیکا مناظرین کو کوئی حق نہ ہوگا نہ کسی زبانی گفتگو کو قابل جواب سمجھا جائیگا۔

(۱۴) ثبوت دعوٰی میں اگر عقلی دلائل کے علاوہ نقلی استدلال

(… صفحہ ۱۱ … الفضل)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱ سے) فریق ثانی پر حجت قائم کرنی ہو تو وہ نقلی دلائل مسلمات خصم سے ہوں گے۔ نہ کہ اپنے مسلمات سے جو ان پر حجت نہیں۔

(۱۵) کوئی امر خلاف تہذیب اشارۃً یا کنایۃً کسی فریق کی طرف سے سرزد ہوا تو اس کا جواب دہی میر مجلسان کے ذمہ ہوگی جن کا انہیں اختیار رہوگا کہ ایسے شخص یا اشخاص کو جن سے کوئی حرکت خلاف تہذیب واقع ہوئی ہے مباحثہ سے نکال دیں۔ یا اُن سے معافی منگوائیں اور وہ معافی اس فریق کے مناظر کی طرف سے ہوگی جس فریق کی توہین یا تضحیک کی گئی ہے اس پر فریقین کے میر مجلسان تحریر کر کے دستخط کریں گے۔ تاکہ مباحثہ کی اشاعت کے وقت وہ تحریریں بھی ساتھ ہی شائع کی جائیں۔

(۱۶) اختتام مباحثہ پر جس مناظر کو مدمقابل کے جوابات سے اطمینان اور تسلی نہ ہوئی ہو۔ اور استدلال پیش کردہ فریق ثانی یعنے مدعی یا منکر سے کسی طرح کا انکار ہو۔ تو ایسے منکر مناظر کو خدا کی قسم کھا کر یہ لکھ دینا ہوگا۔ کہ میرے اعتراض یا سوال یا استدلال کا کوئی جواب یا صحیح جواب مدمقابل نے نہیں دیا۔

یہ شرائط ہیں۔ جن کی برائی یا بھلائی کا اثر کسی فریق پر کم و بیش نہیں بلکہ مساوی ہوتا ہے۔ مولوی صاحب امرتسری سے ہماری التماس ہے کہ وہ ان شرائط پر ہم سے "روغن بادام" پر مباحثہ کر لیں۔ اگر ان شرائط میں کوئی کمی بیشی یا ترمیم کو وہ چاہیں۔ تو تحریر مطبوعہ کے ذریعے ہمیں مطلع فرما دیں بشرط معقول ہونے اور فریقین پر مساوی اثر انداز ہونے کے ہم منظور کریں گے ورنہ بدلائل اس جواب عرض کر دیں گے۔

(نوٹ) ایڈیٹر صاحب بدر و الحکم بھی ہمارے اس چیلنج کو اپنے معزز خریداروں میں نقل فرما کر مشکوری کا موقعہ بخشیں۔ (الحق)